کاغذی پیرہن

(شعری مجموعہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۃ

کاغذی پیرہن

(شعری مجموعہ)

○

رحیم رامش

○

اقلیم ادب
1/7/830 - 2 - 12 # قاری صاحب لین ، ہل کالونی ، مہدی پٹنم
حیدرآباد ۔ 028 '500 ، آندھرا پردیش ، انڈیا ۔

نقش، فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

(غالبؔ)

کتاب کا نام : " کاغذی پیرہن " KAGHAZI PAIRAHAN
(شعری مجموعہ) (COLLECTION OF POETRY)

مصنف : رحیم رامش By RAHEEM RAAMISH

سنِ اشاعت : دسمبر ۱۹۹۸ء

تعداد : ایک ہزار

قیمت : ایک سو روپے (Rs. 100/-)
(دس امریکی ڈالر ، دیگر ممالک کے لیے)

سرِ ورق : قیصر سرمست

کمپیوٹر کمپوزنگ : جے ۔ جے ۔ کمپیوٹرس Ph : 3516240
" کنجِ فاطمہ " 12-2-822/4/1# مہدی پٹنم ، حیدرآباد ۔ ۲۸ (انڈیا)

طباعت : او ۔ ایس ۔ گرافکس ، نارائن گوڑہ ، حیدرآباد ۔

زیرِ اہتمام : " ادارہ ء اقلیمِ ادب "

یہ کتاب اردو اکیڈمی آندھرا پردیش کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی جارہی ہے ۔

کتاب ملنے کے پتے

- " اقلیمِ ادب " قاری صاحب لین ، ہل کالونی ، مہدی پٹنم ، حیدرآباد ۔ ۵۰۰۰۲۸ (انڈیا)
- " ادارہ ء ادبیات اردو " ایوانِ اردو ، پنجہ گٹہ ، حیدرآباد ۔ (انڈیا)
- حسامی بک ڈپو ۔ مچھلی کمان ، حیدرآباد ۔

RAHEEM RAAMISH
T R T - 102, NEW COLONY,
SIRPUR KAGHAZ NAGAR - 504 296.
DIST. ADILABAD. (A P) INDIA

انتساب

والدِ محترم

حضرت محمد عبدالحفیظ مرحوم

کے نام

جن کی پدرانہ شفقت و محبت کے فیض سے میں

آج اس قابل ہوسکا کہ ان کا نام روشن کر سکوں



فہرست

○ حمد و نعتیں

○ غزلیں

○ نظمیں

○●○

تعارف

میرے دوست سید ناظر الدین ناظر جو اپنے دور کے مشہور فٹ بال کھلاڑی رہے ہیں اور جو انگریزی کے مشہور پروفیسر ماہرِ اقبالیات سید سراج الدین صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں نے ایک شادی کی تقریب میں کاغذ نگر کے ایک نوجوان شاعر کو یہ کہہ کر میرے حوالے کیا کہ ؎

سپردم بہ تو مایہء خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

اس کے بعد سے رحیم رامش میرے حلقہء تلامذہ میں شامل ہوگئے مزاج کے اعتبار سے نہایت نرم خو، کم گو، کم سخن، خاموش طبع چوں کہ یہ کاغذ نگر میں رہتے ہیں اور وہاں کی ایک مشہور و معروف کاغذ ساز فیکٹری سرپور پیپر ملز میں سینیر کیمسٹ ہیں اور صبح سے شام تک کاغذ کی تیاری میں کیمیا گری کا کام انجام دیتے رہتے ہیں ۔ شاعری ان کو اللہ نے ودیعت کی ہے لہٰذا ان کے کلام میں محض نوک و پلک درست کرنے کی ضرورت تھی ۔ اس کے لئے ضروری نہیں تھا کہ وہ میرے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے بیٹھیں ۔ میں نے ان کو اجازت دے دی کہ وہ میرے دیگر کئی اور شاگردوں کی طرح اپنا کلام پوسٹ کے ذریعے بھیج دیا کریں اور ساتھ جوابی لفافہ رکھ دیں میں کلام دیکھ کر بھیج دیا کروں گا ۔ چناں چہ اس طرح بہت جلد رحیم رامش نے وہ مقام حاصل کرلیا جب ایک شاعر صاحب دیوان کہلایا جاسکتا ہے ۔ رحیم رامش کا اصلی نام محمد عبدالرحیم ہے جب شاعری شروع کی تھی تو تخلص عشرت رکھ لیا تھا لیکن جب مجھ سے رجوع ہوئے تو میں نے ان کا قلمی نام رحیم رامش تجویز کیا جسے انھوں نے بہت خوشی سے قبول کرلیا ۔

رحیم رامش نے سائنس کے طالبِ علم ہونے کے باوجود ادب سے ناتا جوڑا ہے ۔ بی ۔ ایس ۔ سی ، کرنے کے بعد عثمانیہ یونی ورسٹی سے ایم ۔ اے ، کیا اور پھر حیدرآباد یونی ورسٹی سے ڈاکٹر محبوب حسین کی نگرانی میں ایم ۔ فِل ، بھی کر لیا ۔ ان کے ایم ۔ فِل کے مقالے کا موضوع تھا " حیدرآباد کے رباعی گو شعراء "

رحیم رامش کے مطابق ان کا وطنِ اصلی کریم نگر ہے ان کے والد حضرت محمد عبدالحفیظ مرحوم کی کاغذ نگر میں ملازمت کے باعث کاغذ نگر ۔ وطنِ ثانی بن گیا ہے ۔

رحیم رامش شاعر ہونے کے ناتے بے حد حساس واقع ہوئے ہیں اور اپنے سینے میں ایک بے حد درد مند دل رکھتے ہیں ۔ بہت خاموشی سے قوم و ملت کی خدمت کرتے ہیں ، مسکینوں ، غریبوں ، محتاجوں کی ہمیشہ چھپا کر مدد کر دیا کرتے ہیں ۔ غریب بچوں کی مفت کوچنگ کر کے ان کی تعلیمی ترقی میں مدد کرتے رہتے ہیں ۔ علاوہ ازیں اردو میڈیم کے بچوں کو ریاضی اور سائنس کی کوچنگ دے کر انھیں آگے پڑھنے اور آگے بڑھنے میں مدد کرتے ہیں ۔ چناں چہ اقبال اردو ہائی اسکول کے بہیترے طالبِ علم ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں ۔

علاوہ ازیں کاغذ نگر میں ایک ادبی انجمن " بزمِ بہار ادب " کے معتمدِ عمومی بھی ہیں ان کے انصرام میں کئی ماہانہ و سالانہ مشاعرے ہوچکے ہیں ۔ جس کے ایک جلسے میں جو ڈاکٹر مسعود جعفری کے شعری مجموعے " رات بھر دھوپ " کی رسمِ اجراء کے سلسلے میں (ایک جلسہ اور مشاعرہ اسی " بہارِ ادب " کے زیرِ اہتمام منعقد کیا گیا تھا) ۔ راقم الحروف بھی مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھا جس میں کلام سنانے کے علاوہ تقریر بھی میں نے کی تھی ۔

رحیم رامش اردو کی بقاء کی جدوجہد میں بھی آگے ہیں چناں چہ کاغذ نگر میں عابد علی خاں ایجوکیشنل ٹرسٹ کے تحت تلگو ، انگریزی اور ہندی میڈیم کے طلباء کو اردو سکھانے میں بہ نفسِ نفیس مصروف ہیں ۔

ان سے ہٹ کر دینی و ملی خدمت کا جذبہ بھی ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے جس کا نتیجہ کاغذ نگر میں ایک عربی مدرسہ " مخزن العلوم " کا قیام ہے جس کے سکریٹری رحیم رامش خود ہیں ۔

ان کی اپنے ملک ، وطن ، شہر اور اپنے ماحول سے باخبری کا ثبوت یہ ہے کہ یہ صحافی بھی ہیں صحافتی صلاحیتوں کے اظہار کے لئے یہ روز نامہ " سیاست " حیدرآباد کے کاغذ نگر میں نامہ نگار بھی ہیں ۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ساری صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں ان کی ہمیشہ دستگیری کرے اور ان کی صحت و سلامتی کے ذریعے ملک و قوم و ملت کے کام ہمیشہ لیتا رہے اور بحیثیت شاعر دنیائے ادب میں اپنا نام اونچا کریں ۔

رحیم رامش نے اردو شاعری کی تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے ۔ غزل کے علاوہ نظموں میں پابند ، معرا ، آزاد ، جدید و قدیم اصناف میں سانیٹ ، ترائیلے ، ہائیکو ، ثلاثی ، قطعہ ، رباعی ، مرقع ، دوہا وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے اور اپنے نقطہ ء نظر کو پیش کرنے میں کامیاب رہے ہیں ۔

مجھے مسرت ہے کہ ان کا پہلا مجموعہ کلام " کاغذی پیرہن " بہت کم مدت میں بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے ۔ امید ہے کہ " کاغذی پیرہن " کی ادبی حلقوں میں یقیناً پذیرائی ہوگی اور یہ مجموعہ ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا ۔

رحمٰن جامی

" الحرا " .12-2-830 / 7 / 3 #
قاری صاحب لین ، ہل کالونی ،
مہدی پٹنم ، حیدرآباد ۔ ۵۰۰۰۲۸

مقدمہ

اردو زبان کی نغمگی نے اسے شاعری سے اس قدر قریب کردیا کہ اردو اور شاعری ایک ہی تصور کے دو پہلو نظر آتے ہیں ۔ رحیم رامش بنیادی طور پر کیمسٹ ہیں سرپور کاغذنگر میں کیمیائی تعاملات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے جب انھیں اردو شاعری سے دل چسپی ہوئی تو ان کی اپنی ذہنی تجربہ گاہ میں بھی تعاملات ہوئے اور نتیجہ میں شعر پر شعر سرزد ہونے لگے ۔ شعری ذوق نے پختہ کاری کی طرف سفر کرنا چاہا تو رحمٰن جامی نے سہارا دیا اور بہت جلد رحیم رامش کے ہاں اتنا اثاثہ ہوگیا کہ وہ اپنا مجموعہ ترتیب دے سکیں ۔

غزل اک ایسی صنف ہے جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے ۔ روایت کی نغمہ بار وادیاں ترقی پسندی کے نشیب و فراز اور جدید فکر کی سنگلاخ راہوں میں غزل یکساں طور پر مقبول رہی ہے ۔ خصوصاً آج ہی کے دور میں ایک طرف روایتی غزل کی ہلکی ہلکی مدھم روشنی منزلوں کا پتہ دیتی ہے تو دوسری طرف عصری حسیت کے جھما کے دور دور تک ضیا بکھیر دیتے ہیں ۔ شعری سفر میں ایک حساس فن کار اگر روایتی اظہار کا اسلوب اپناتا ہے تب بھی اس کے ہاں ایسے مرحلے آہی جاتے ہیں جہاں حادثاتِ نو بہ نو کی یلغار زندگی کو تلخیوں سے ہم کنار کردیتی ہے اور شاعر انہی تلخ حقائق سے الجھتا ہوا راہ میں بکھری ہوئی نازک پنکھڑیوں کو بھی سمیٹتا ہے اور ان کانٹوں کو بھی جو اس کے دامن کو پارہ پارہ کر رہے ہوتے ہیں ۔ اس ہنگامہ خیز زندگی کے سفر میں مسائل ہی مسائل ہیں اور غزل کی خوبی یہ ہے کہ عشق و محبت کی رنگا رنگی ہو یا مسائلِ حیات کا بدنما چہرہ ، ان سب کو وہ اپنے دامن میں سمیٹ لینے کی بے پناہ صلاحیت رکھتی ہے ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تصورِ جاناں کے لئے فرصت کے رات دن درکار ہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کڑی دھوپ میں چلتے ہوئے کہیں کہیں سایہ دار پیڑ کے نیچے دم لینے کا موقع مل جائے ۔ رحیم رامش نے شاید ایسے ہی لمحوں سے استفادہ کیا ہے ۔ اسی لئے ان کے ہاں ایک خاص طرح کی کیفیت ملتی ہے ۔ ہلکی ہلکی رومانی کیفیت ، خواب ناک دھند ، جو دنیا و مافیہا سے بے خبر کردیتی ہے۔ ۔ تمازتیں نیم جاں ہوجاتی ہیں اور ہر طرف بھینی بھینی خوشبو پھیلنے لگتی ہے ۔ رحیم رامش کا لہجہ سیدھا سادا ہے ۔ جس میں جذباتیت کوٹ کوٹ کے بھری ہے اور یہ جذباتیت شعری فضا کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے ۔ جذباتی اظہار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تاثر بھرپور ہوتا ہے ۔ یہ شعر دیکھیے :

میرے ہم راہ جب وہ ہوتے ہیں
ساتھ اک کائنات ہوتی ہے

جگر اور حسرت نے اردو غزل میں جو گل ہائے رنگ کھلائے ان کی سرمستی سے رحیم رامش سرشار نظر آتے ہیں ۔ ان کے ہاں تراکیب میں معماتی فضا نہیں بلکہ سیدھا سادا راست اظہار ہے جو دل میں اتر جاتا ہے ۔ دوٹوک بات کرنے کا انداز یہ بتاتا ہے کہ رحیم رامش گھما پھرا کر کہنے کے عادی نہیں ۔ استعاروں علامتوں کا سہارا لئے بغیر بھی وہ تاثر پیدا کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے ۔ ان اشعار میں موجِ زن تاثر کو دیکھیے ۔

منا تو لیا ہے یہ سچ ہے انھیں
منانے میں لیکن زمانے لگے

○

رقص میں ہی رہے جام و مینا مگر
تشنگی بڑھ گئی تیرے جانے کے بعد

○

تیرا میرا رشتہ ہے
تو سرگم ہے میں ہوں گیت

یہ نہیں ہے کہ رحیم رامش پر زندگی کی زہر ناکی کا کوئی اثر ہی نہیں ۔ ان کی شاعری کا غالب عنصر رومانیت سہی ، لیکن زندگی کے گوں ناگوں پہلو بھی ان کے ہاں رخشندہ ہیں سیاست دانوں پر ایک بھرپور طنز ملاحظہ ہو ۔

جن میں شعور و فہم ذرا نام کو نہیں
وہ لوگ ہی قبیلے کے سردار ہو گئے

فسادات نے جس طرح انسانی اقدار کو پامال کیا اس کی ایک مثال دیکھیے ؁

فسادوں میں جس نے مرے گھر کو لوٹا
پڑوسی ہی میرا تھا بلوائیوں میں

کساد بازاری نے قیمتیں آسمان پر پہنچا دیں ۔ کون ہے جو اس عذاب سے متاثر نہیں ۔ رحیم رامش مہنگائی کا رونا یوں روتے ہیں ؁

بڑھنے لگا کچھ اس طرح مہنگائی کا شجر
ہر شاخ بات کرنے لگی آسمان سے

بدلتی ہوئی قدروں نے رشتوں کا اعتبار مٹا دیا ۔ یہ فیصلہ کرنا واقعی بہت مشکل ہے کہ کون اپنا ہے اور کون پرایا ۔ رحیم رامش کہتے ہیں ؁

چھپے ہوئے ہیں یہاں سانپ آستینوں میں
تم اپنے بھائی پہ بھی اعتبار مت کرنا

رحیم رامش کے ہاں حالات پر گہرا طنز ملتا ہے ۔ ٹوٹ کر چاہنا بھی نقصان کا سبب بنتا ہے اور وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں ۔ کہتے ہیں ؁

چاہت میں جب حد سے گزرے
لوگوں نے برسائے پتھر

کچھ اور چیدہ چیدہ شعر اس لئے پیش کئے جارہے ہیں کہ ان میں رحیم رامش کی فکری جولانیاں نظر آتی ہیں :

ذہن کے ساتھ کچھ ضمیر کے ساتھ
بٹ گئی میری ذات قسطوں میں

○

کرو یقین ہمیشہ ضمیر پر اپنے
کسی کی بات پہ تم اعتبار مت کرنا

○

ہنر مندوں نے دیکھا ہے تماشا
یہاں ملتی ہے شہرت بے ہنر کو

○

شیشے کا گھر ہے آپ کا اس کا رہے خیال
پتھر کسی مکان پہ پھینکا نہ کیجئے

○

میں سنگِ میل کی مانند ایک مدّت سے
کھڑا ہوں راہ میں منزل کی آگہی لے کر

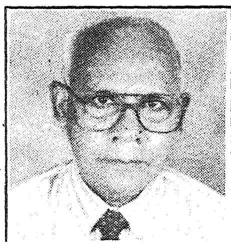
رحیم رامش کے کلام کی ایک خصوصیت ان کی لفظیات میں چھپا ہوا ترنم ہے۔ وہ جو کچھ محسوس کرتے ہیں اسے شعر کے روپ میں ڈھال دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ان کے ہاں بے ساختگی کا عنصر جابجا ضوفشاں ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر شاعر کو بقائے دوام حاصل ہوجائے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ہر فن کار بساط بھر کوشش کر کے اپنے اپنے انداز سے شعر و ادب کی جھولی میں کچھ نہ کچھ ڈالتا رہتا ہے۔ زندہ زبان کی نمایاں صفت یہ ہوتی ہے کہ اس میں تخلیقی صلاحیتیں نمو پانے کا موقع ملتا رہے۔ اردو کے ساتھ یہ طرہ ء امتیاز ہمیشہ رہا ہے۔ شعر و ادب کا کارواں آگے بڑھتا رہا ہے اور بڑھتا رہے گا۔

رحیم رامش اس کارواں کا ایک حصہ ہیں ۔ غزل کے علاوہ انھوں نے نظم ، دوہے ، اور دوسری اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے ۔ لیکن غزل میں ان کی صلاحیتیں کھل کر سامنے آئی ہیں ۔ ان سے مستقبل میں بہتر توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں ۔

ڈاکٹر رحمت یوسف زئی
ریڈر شعبہ ء اردو ،
یونیورسٹی آف حیدرآباد ۔

۲۲ / ڈسمبر ۹۸ ء
حیدرآباد ۔



PREFACE

Mr. M.A. Raheem, a Science Graduate, an employee of our Organisation, working as Senior Chemist has love and interest in Urdu language. He has elevated himself with Masters in Philosophy which is a matter of pride to his family in particular and to the organisation in general. I very much appreciate his sincerity and hard work for the good of the organisation.

Now he has reached another goal by achieving "SHAERI" (poetry). He wrote beautiful poetry in his book 'KAGHAZI PAIRAHAN'. Apart from Gazals he wrote "Sonnet", Hyko, Trailey, Dohe and Rubayee in urdu language attracting the attention of the masses. The themes and characters of Mr. Raheem's poetry came from deep thinking borne from his experiences. Mr. Raheem has excellently described continuity and inter-relationship between poetry and society. This book would contribute a lot towards enrichment of Urdu language, and national integrity.

I am sure many such books would be forth coming in future. I wish Mr. Raheem cotinued success in his endeavour.

K.M. BANTHIA
Executive Director,
The Sirpur Paper Mills Ltd.
Sirpur Kaghaznagar – 504296.

شکریہ

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں اپنا شعری مجموعہ " کاغذی پیرہن " شائع کروا سکا ۔

میں ممنون ہوں ___

○ میرے استادِ محترم الحاج رحمٰن جامی کا جن کی شفقت اور رہبری نے مجھے ادب میں مقام دلوایا اور اپنی کاوش اور توجہ سے " کاغذی پیرہن " کی ترتیب و تدوین میں میری مدد فرمائی اور میرا تعارف بھی لکھنے کی زحمت گوارا کی ۔

○ جناب کے ۔ ایم بھانٹیہ (ایگزیکیٹیو ڈائرکٹر) سرپور پیپر ملز کا جنھوں نے " کاغذی پیرہن " کی اشاعت میں اعانت کی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ۔

○ جناب ناظر الدین ناظر کی سرپرستی ، رہنمائی اور محبت کے لئے ۔

○ ڈاکٹر رحمت یوسف زئی ریڈر شعبہ ٔ اردو سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد کا جنھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود " کاغذی پیرہن " کا مقدمہ لکھا ۔

○ پروفیسر محمد انورالدین صدر شعبہ ٔ اردو سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد ، ڈاکٹر میر محبوب حسین ریڈر شعبہ ٔ اردو سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد ۔ ڈاکٹر حبیب نثار لکچرار شعبہ ٔ اردو سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد کا جنھوں نے میری ہمت افزائی کی ۔

○ جناب محمد وزیر الدین شاہد سرکل انسپکٹر آف پولیس کاغذ نگر جنھوں نے میرے شعری مجموعہ کی اشاعت میں میری مدد اور رہنمائی کی ۔

○ میری ماں ، بہن ، بھائی اور شریکِ حیات کا جن کی قربت نے مجھے زندگی کی خوشیاں بخشیں ۔

○ میرے بہنوائی جناب سید علیم الدین کا جنھوں نے میری ہمت افزائی کی ۔

○ میرے خُسر جناب محمد واجد علی ، برادرانِ نسبتی جناب محمد شجاعت علی اور جناب محمد خورشید علی ، ہم زلف جناب محمد عبدالمجید (حیدرآباد) اور جناب فرحت علی خاں کا جنھوں نے میری شعری صلاحیتوں کو سراہا اور میری ہمت افزائی کی ۔

○ میرے چچا جناب محمد علی کنٹراکٹر (بلہارشاہ) کا جن کی سرپرستی اور شفقت نے بلند ہمت رکھا ۔

○ میرے برادرانِ خورد جناب محمد عبداللطیف صدر مدرس وظیفہ یاب کریم نگر ، جناب محمد اسمٰعیل کنٹراکٹر کریم نگر ، جناب خواجہ نعیم الدین منیجر اسٹیٹ بنک آف حیدرآباد کریم نگر ، جناب محمد عبدالحفیظ انجم سب انسپکٹر آف پولیس (سرپور) جناب محمد فصیح الدین (گوداوری کھنی) ، جناب محمد غیاث (بلہارشاہ) اور جناب محی الدین (بیلم پلی) جو میرے دست و بازو بنے رہے ۔

○ جناب محمد حسین ، جناب محمد عبدالوحید ، جناب ایم ۔ اے ماجد ، جناب تمیزالحسن (انجنیرس سرپور پیپر ملز) ۔ جناب امام الحق (مستاجر برگِ آبنوس) جناب بدرالدین کنٹراکٹر ، جناب رسول خاں ، جناب عمر بن دخیل کنٹراکٹر ، جناب سعید احمد (ایم ۔ آر ۔ او) جناب احمد اللہ بیگ افسر (ایم ۔ آر ۔ او) جناب منظر نرملی ، جناب سردار خاں (ای ۔ ایس ۔ آئی) جناب صدیق قمر ، جناب داؤد احمد صوفی جناب ذبیح اللہ قریشی ، جناب ابو طاہر ، جناب اکبر محی الدین اکبر چنوری ، جناب عارف الدین راہی جناب عطا الرحمٰن عطا ، جناب سید صفدر علی ، جناب عثمان کڑک ، جناب فیض الدین اثر ، بیگ برادران (سرسلک) جناب عبدالرحمٰن صدر مدرس جناب محمد مسعود ، جناب شجاعت (اساتذہ) اقبال اردو ہائی اسکول ، جناب سردار خاں افسر (آڈیٹر) جناب شکیل احمد ، جناب محمد صادق علی ، جناب غلام قادر خاں ، جناب عبدالوہاب ، جناب عبدالرحیم اور جناب محمد شفیع الدین (جائنٹ منیجر سرپور پیپر ملز) اور میرے تمام ساتھی اسٹاف ممبرس کا جنھوں نے میری ہر طرح سے ہمت افزائی کی ۔

○ جناب صلاح الدین نیرّ کا جنھوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور میری رہنمائی کی۔

○ جناب قدیر انصاری، کا جو ہر قدم پر میرے ساتھ رہے اور مجھ سے اپنی دوستی کا صحیح معنی میں حق ادا کیا۔

○ جناب قیصر سرمست کا جنھوں نے "کاغذی پیرہن" کو اپنے مُوئے قلم سے ٹائٹل کور کی صورت میں خوبصورت پیرہن بخشا۔

○ جناب جعفر جری کا جنھوں نے کتابت طباعت و اشاعت کی ذمہ داریاں اپنے سر لے کر مجھے تمام فکروں سے آزاد کردیا۔

○ ڈاکٹر دل ہاشمی اور جناب نسیم اعجاز نسیم کا جنھوں نے میری ہمت افزائی کی۔

○ جناب احمد بھائی کا جنھوں نے میری اس کوشش کو سراہا۔

رحیم رامش

حمد و نعتیں

حمد باریِ تعالیٰ

تُو اکیلا ہے واحد ہے پروردگار
تیرے بندے ہیں ہم ، ہم کو ہے تجھ سے پیار

تیرے صدقے ہمیں یہ بصیرت ملی
ہم کو سچ بولنے کی بھی طاقت ملی
ہم کو غیرت ملی ہم کو عزّت ملی
یہ شرف ہے ہمیں آدمیّت ملی

ہے ہمارے لئے باعثِ اِفتخار
تیرے بندے ہیں ہم ، ہم کو ہے تجھ سے پیار

لہلہاتی ہیں چاروں طرف کھیتیاں
خوشبوؤں سے مہکتی ہیں یہ کیاریاں
کتنی سرسبز و شاداب ہیں وادیاں
کس قدر ہیں حسیں پھول کی پتیاں

نعت



جسے دامنِ مصطفیٰؐ مِل گیا
حقیقت میں اُس کو خدا مِل گیا

مجھے خُلد کا راستہ مِل گیا
محمدؐ کا جب نقشِ پا مل گیا

وہ منزل کا پیچھا بھلا کیوں کرے
جسے آپؐ سا رہنما مِل گیا

محمدؐ کا رتبہ جو سمجھا یہاں
تو حق مرحبا مِل گیا

خدا تک وسیلہ محمدؐ کا تھا
جو مانگا تھا اس سے سوا مِل گیا

یہ ہے خوش نصیبی گنہگار کی
شفاعت کا اک آسرا مِل گیا

نہ کیوں ناز قسمت پہ رامِش کرے
پیمبر اسے آپؐ سا مِل گیا

سارے عالم پہ چھائی ہوئی ہے بہار
تیرے بندے ہیں ہم ، ہم کو ہے تجھ سے پیار

چاند سورج ستارے زمیں آسماں
رات دن ، وقت ، موسم ، یہ کون و مکاں
پھول ، شبنم ، ہوا ، تتلیاں ، کہکشاں
ریت ، بادل ، سمندر ، ندی ، سیپیاں

نعمتیں ہیں تری کس قدر بے شمار
تیرے بندے ہیں ہم ، ہم کو ہے تجھ سے پیار

تیرا احسان ہے تو نے قرآں دیا
تو نے بھیجے ہمارے لئے انبیاءؑ
سارے نبیوںؑ سے پیارا نبیؐ ہے مِرا
اے خدا تیرے رامِشؔ کا ہے مدّعا

جان بھی اس کی توحید پر ہو نثار
تیرے بندے ہیں ہم ، ہم کو ہے تجھ سے پیار

نعت



ملتا ہے سکونِ دل ہم لطف بھی پاتے ہیں
جب یادِ محمدؐ کو سینے سے لگاتے ہیں

اے مومنو خوش ہو لو، قسمت کے دھنی ہیں ہم
سرکارؐ کی امّت میں، ہم لوگ بھی آتے ہیں

ہوتی ہے جنھیں نسبت سرکارِ دو عالم سے
روضے پہ محمدؐ کے وہ لوگ ہی جاتے ہیں

خواہش ہے حضورؐ آئیں خوابوں میں کبھی میرے
یہ لمحے جدائی کے دن رات ستاتے ہیں

خود ملنے محمدؐ سے بے چین ہے اللہ بھی
معراج کی شب سارے حالات بتاتے ہیں

اس واسطے مومن کو محشر کا نہیں ہے ڈر
سرکارؐ کی امّت کو سرکارؐ بچاتے ہیں

یہ التجا رامِش کی پہنچادے کوئی جاکر
اب اِس کو مدینے کب سرکارؐ بلاتے ہیں

نعت

ہیں مری روح مری جان رسولِ عربی
آپ دل کا مرے ارمان رسولِ عربی
حق کا ہے آپ سے عرفان رسولِ عربی
آپ ہیں دین کی پہچان رسولِ عربی
میرے ماں باپ بہن بھائی بھی یہ کہتے ہیں
" جان ہو آپ پہ قربان رسولِ عربی
ہم ہیں خوش بخت کہ ہم آپ کی امّت میں ہیں
ہم پہ ہے آپ کا احسان رسولِ عربی
زندگی کا حسیں دستور ملا ہے ہم کو
آپ پر اترا ہے قرآن رسولِ عربی
ہوا انگلی کے اشارے سے قمر دو ٹکڑے
لوگ سارے ہوئے حیران رسولِ عربی
اب یہ رامِش کی دعا ہے کہ مدینہ دیکھیں
ساری دنیا کے مسلمان رسولِ عربی

نعت



دل کا ارماں ہیں پیارے نبیؐ
ہاں مری جاں ہیں پیارے نبیؐ

کتنے ذیشاں ہیں پیارے نبیؐ
دین و ایماں ہیں پیارے نبیؐ

حق کی پہچان ہے آپؐ سے
رب کا عرفاں ہیں پیارے نبیؐ

ہم جو امّت میں ہیں آپؐ کی
ہم پہ احساں ہیں پیارے نبیؐ

عرش پر رب سے ملنے گئے
رب کے مہماں ہیں پیارے نبیؐ

دل بھی اور جان بھی آپؐ پر
سب ہی قرباں ہیں پیارے نبیؐ

راہِ رامِش میں سب مشکلیں
اب تو آساں ہیں پیارے نبیؐ

نعت



محمدؐ کا جلوہ ہی دل میں مکیں ہے
محمدؐ جہاں ہیں مِرا دل وہیں ہے
بہت خوبصورت سے پیکر بھی دیکھے
محمدؐ کے جیسا کوئی بھی نہیں ہے
میں پہنچا مدینے میں مارے خوشی کے
کہیں ہوش گُم ہے خرد بھی کہیں ہے
نہ اپنی خبر ہے نہ دنیا کی مجھ کو
نظر میں فقط میرے نورِ مبیں ہے
محمدؐ محمدؐ محمدؐ محمدؐ
مجھے یاد اس کے سوا کچھ نہیں ہے
یہ انساں یہ انساں کی ساری خدائی
محمدؐ نہیں ہیں تو کچھ بھی نہیں ہے
مدینے کو جائے گا رامِش بھی اک دن
اسے اپنے آقاؐ پہ کامل یقیں ہے

نعت



ہوں مصیبت میں گرفتار مدینے والے
اب مدد کیجیے سرکارؐ مدینے والے

آپؐ کا ہوں میں طلبگار مدینے والے
بس بلا لیجیے اک بار مدینے والے

حشر میں آپؐ سے نظریں میں ملاؤں کیسے
میں سراسر ہوں گنہ گار مدینے والے

عمر بھر آپؐ کی صورت نہ بھلا پاؤں گا
ہو اگر آپؐ کا دیدار مدینے والے

میں ڈروں گا نہ ستمگارِ زمانہ سے کہ جب
آپؐ ہیں میرے مددگار مدینے والے

میری نظروں کا تقاضہ ہے مدینہ دیکھیں
اب کرا دیجیے دیدار مدینے والے

ایک رامِش ہی نہیں آپؐ سے ساری امّت
کرتی ہے پیار بہت پیار مدینے والے

غزلیں



ذکر تیرا اگر نہیں آتا
چین شام و سحر نہیں آتا

تُو ہے موجود ہر جگہ لیکن
کیوں کسی کو نظر نہیں آتا

جان لے وقت کی حقیقت کو
وقت پھر لوٹ کر نہیں آتا

اب بھی ہیں اس کی منتظر نظریں
کیوں وہ جانِ جگر نہیں آتا

تیری صورت بسی ہے آنکھوں میں
کوئی دوجا نظر نہیں آتا

ہم نے ایسے شجر بھی دیکھے ہیں
جن پہ کوئی ثمر نہیں آتا

اپنا اپنا لکھا مقدّر ہے
ہاتھ میں سب کے زر نہیں آتا

کر کے ہم بھی ذرا یہ دیکھیں گے
راس کیسے سفر نہیں آتا

جانے کس حال میں وہ ہے اب کے
کوئی لے کر خبر نہیں آتا

شاعری بھی ہے اک ہنر رامِش
سب کو اب یہ ہنر نہیں آتا

<>



صرف اتنا ہے دل کا افسانہ
دکھ نہ میرا کسی نے پہچانا

کیا کشش ہے کوئی یہ بتلانا
شمع جلتے ہی آیا پروانہ

اک ذرا ٹھیس دل کو لگتے ہی
ٹوٹ جاتا ہے دل کا پیمانہ

چاند تاروں کی بزمِ مطرب میں
بس تمھاری کمی ہے آجانا

تیری خاطر ہوئی یہ رسوائی
ہر زباں پر ہے میرا افسانہ

ایک بھنورا ہے گویا آوارہ
ہر کلی سے ہے اس کا یارانہ

اے صبا تجھ سے یہ گزارش ہے
گُل کے ہمراہ ان کو لے آنا

جب بُرا وقت ہم پہ آتا ہے
خود ہی بنتا ہے اپنا بیگانہ

میں نے پوچھا پتہ جو رامِش کا
ہنس کے بولے "ارے وہ دیوانہ"





تِری راہ شام و سحر دیکھ لینا
ہے عادت تجھے ڈھونڈ کر دیکھ لینا

دعاؤں کا میری اثر دیکھ لینا
ہیں قدموں میں شمس و قمر دیکھ لینا

نہ مقبول ہوگی دعا میری جب تک
" اٹھے گا نہ در سے یہ سر دیکھ لینا "

وہ بولے نقاب اپنے رُخ سے الٹ کر
نکلتا ہے کیسے قمر دیکھ لینا

جدھر بھی اٹھیں گی تمہاری نگاہیں
نظر آؤں گا میں اُدھر دیکھ لینا

لُٹا دوں گا تم پہ وفا
مجھے بس ذرا

ملے گا ہمیشہ ہی شاداب رامِش
ذرا شاعری کا شجر دیکھ لینا



وہ جو مجھ سے خفا ہو گیا
ایک محشر بپا ہو گیا

تھا مِرا غیر کا ہو گیا
با وفا بے وفا ہو گیا

کل تو وحشی نہ تھا اِس قدر
آج انساں کو کیا ہو گیا

خود پہ یوں ناز کرنے لگا
حُسن جیسے خدا ہو گیا

حد سے جب بڑھ گیا دردِ دل
آپ ہی خود دوا ہو گیا

کس سے رامِش کرو گے گلہ
تھا جو ہونا ہُوا ہو گیا



خدارا ہمیں یوں نہ تڑپائیے گا
ذرا اپنا جلوہ تو دِکھلائیے گا

مسرّت سے کھِل جائیں گی ساری کلیاں
چمن میں ذرا آپ مُسکائیے گا

ہوں شانوں پہ گیسو نگاہوں میں مستی
تبسّم لبوں پر لیئے آئیے گا

یقیناً مرے دل پہ بجلی گرے گی
نظر سے نظر کو جو ٹکرائیے گا

نہیں تم تو سُونی ہے یہ دل کی دنیا
" چلے آئیے گا چلے آئیے گا "

کہیں بُجھ نہ جائے دیا آرزو کا
کرم حال پر میرے فرمائیے گا

پلٹ کر نہ آئے گی جا کر جوانی
جوانی پہ اتنا نہ اترائیے گا

بہلتا نہیں اب یہ جھوٹی ادا سے
مرے دل کو اب یوں نہ بہلائیے گا

محبت میں رامش ستم بھی کرم ہے
زباں پر نہ شکویٰ کبھی لائیے گا





دل کو مرے چرا کے بھلا کون لے گیا
چلتا نہیں ہے کچھ بھی پتہ کون لے گیا

ہے چارسُو یہ شور بپا کون لے گیا
دل سے محبّتوں کی ضیاء کون لے گیا

بس ایک ہی سوال ہے ہر اک زبان پر
"اس شہرِ بے وفا سے وفا کون لے گیا"

دشمن ہے اپنا آپ ہی ہر ایک آدمی
اس کا ضمیر اس کی انا کون لے گیا

کِھلنے کو منتظر ہے چمن میں کلی کلی
لیکن اُڑا کے بادِ صبا کون لے گیا

پھولوں کے رنگ روپ میں بھی دلکشی نہیں
کیا خوش نما تھی ان کی قبا کون لے گیا

کیوں جاگتا ہی رہتا ہے رامِش تمام رات
آنکھوں سے تیری نیند بتا کون لے گیا



وہ یوں ہی مِرا دل لبھاتا رہا
مجھے دیکھ کر مسکراتا رہا

کسی بے وفا کی جدائی کا غم
مجھے زندگی بھر ستاتا رہا

ہُوا غمزدہ میں تو سارا جہاں
مِرے حال پہ مسکراتا رہا

جسے راحتِ جاں سمجھتا تھا میں
وہی میرے دِل کو دُکھاتا رہا

گزرتی رہی پیار میں زندگی
وہ روٹھا کیا میں مناتا رہا

رہے چاند تارے مِرے ہم نشیں
کوئی رات بھر یاد آتا رہا

کیا یاد مَیں نے اُسے اِس قدر
کہ خود کو ہمیشہ بھلاتا رہا

حقیقت میں انساں ہے انساں وہی
جو اوروں کے بھی کام آتا رہا

مِرا چہرہ پڑھ پڑھ کے رامِش مجھے
مِرے دِل کی حالت بتاتا رہا

<>



اِشاروں سے اگر مجھ کو بُلا لیتے تو اچھا تھا
مجھے بھی حالِ دل اپنا سنا لیتے تو اچھا تھا

مجھے حاصل خوشی ہوتی تمھیں دِل کا سکوں ملتا
مِرے دِل سے تم اپنا دِل مِلا لیتے تو اچھا تھا

نہ ہوتا انکشاف اپنی محبت کا زمانے میں
یہ آنسو اپنی پلکوں میں چُھپا لیتے تو اچھا تھا

مِری بے تابیِ دل کو تو کم سے کم قرار آتا
اگر مجھ سے نظر اپنی مِلا لیتے تو اچھا تھا

بغیر اُس کے یہ جینا ہوگیا دشوار اب کتنا
وہ روٹھا تھا ہمی اُس کو منا لیتے تو اچھا تھا

گِلے شکوے سُنو تم بھول کر سارے زمانے کے
ہمیں پھر سے گلے اپنے لگا لیتے تو اچھا تھا

خوشی سے کٹ ہی جاتی چار دن کی زندگی اپنی
مگر دِل میں مِرے غم کو بسا لیتے تو اچھا تھا

بھٹکتے یوں نہ پھرتے ہم تری گلیوں میں آوارہ
بزرگوں کی اگر دل سے دعا لیتے تو اچھا تھا

کسے معلوم تھا رامِش گریں گی بجلیاں اک دن
نشیمن خود ہی ہاتھوں سے جَلا لیتے تو اچھا تھا





بہت اُس نے حیرت زدہ کر دیا
مُجھے تحفتاً دل عطا کر دیا

مِرے دِل کو غم کیا عطا کر دیا
مجھے درد سے آشنا کر دیا

مصیبت میں جب بھی پکارا اُسے
تو اُس نے وہیں آسرا کر دیا

اُسے اتنا چاہا انا الحق کہا
یہاں تک کہ خود کو فنا کر دیا

وہی جانے اس کی ہے کیا مصلحت
جِسے بھی دیا آزما کر دیا

" دِیا " میں نے مانگا تجھے دیکھنے
" دِیا تو دِیا پر بجھا کر دِیا "

بُرائی جو کرتا تھا رامش مِری
اُسے مَیں نے خود آشنا کر دیا



اپنی ہی ملکیت پہ اجارہ نہیں رہا
اب یہ چمن ہمارا ، ہمارا نہیں رہا

جینا یہاں ہمیں بھی گوارا نہیں رہا
"جب سے تِرے کرم کا سہارا نہیں رہا"

اُن سے نگاہ ملتے ہی بس اُن کا ہوگیا
کم بخت دِل بھی آج ہمارا نہیں رہا

دل بھی لگا کے دیکھ لیا اِس جہان سے
پھر اِشتیاق اس کا دوبارہ نہیں رہا

پھیلی ہے جب سے شہر میں دہشت فساد کی
بچوں میں بھی وہ شور پکارا نہیں رہا

تعلیم کا تھا جس میں بہت خوب انتظام
اب کے فساد میں وہ ادارہ نہیں رہا

سینچا تھا جس کو ہم نے خود اپنے ہی خون سے
سنتے ہیں اب وہ باغ ہمارا نہیں رہا

ہر پھول غمزدہ ہے تو کلیاں بھی ہیں اُداس
اب کے چمن میں تیرا نظارہ نہیں رہا

سایہ جو بن کے رہتا تھا رامش تمھارے ساتھ
افسوس اب وہ دوست تمھارا نہیں رہا





اب اپنے دل کو کبھی بے قرار مت کرنا
مَیں لَوٹ آؤں گا تم انتظار مت کرنا

یہ بچپنا ہے یہ ضِد بار بار مت کرنا
خزاں میں خواہشِ فصلِ بہار مت کرنا

کسی بھی شخص پہ اب اعتبار مت کرنا
کسی سے ٹوٹ کے اتنا بھی پیار مت کرنا

چُھپے ہوئے ہیں یہاں سانپ آستینوں میں
تم اپنے بھائی پہ بھی اعتبار مت کرنا

خدا بھی ہوتا ہے ناراض ایسی باتوں سے
کسی کے دِل کو کبھی سوگ وار مت کرنا

یہ رُوکھی سُوکھی ہی کافی ہے پیٹ بھرنے کو
کسی کے آگے کبھی انکسار مت کرنا

یہ اقتدار یہ دولت یہ سستی سی شہرت
یہ آتی جاتی ہیں تم اِن سے پیار مت کرنا

جہاں بھی سامنے دو چار لوگ بیٹھے ہوں
خدایا مجھ کو وہاں شرمسار مت کرنا

کرو یقین ہمیشہ ضمیر پر اپنے
کسی کی بات پہ تم اعتبار مت کرنا

نتیجہ ظلم و تشدّد کا بس تباہی ہے
یہ راستہ کبھی تم اختیار مت کرنا

نہ میل کھاتے طبیعت تمھاری رامش تو
کسی حسین سے قول و قرار مت کرنا



کیسا یہ زندگی میں مِری حادثہ ہُوا
" تم کیا جدا ہوئے مِرا سایہ جدا ہُوا "

اب یہ پتہ چلا ہے وہ کیوں بے وفا ہُوا
میرا رقیب بھی تھا اُسی سے مِلا ہُوا

تھوڑی سی دیر ہوگئی جب بھی شبِ وصال
روٹھا وہ بے حساب بہت ہی خفا ہُوا

دو چار پَل گزارے مِرے ساتھ اس نے کیا
ظالم قرار دل کا ہی لے کر ہوا ہُوا

اُس میں تمام اُس کی تھی خوشبو بسی ہوئی
جب جب بھی مجھ کو خط مِلا اُس کا لکھا ہُوا

نا آشنا تھا پیار کے مطلب سے جو یہاں
مَیں کیا کروں اُسی پہ مِرا دل فدا ہوا

حیرت سے تک رہے تھے سُخنور سبھی اُسے
رامِش جو بزم میں تِری نغمہ سرا ہُوا



جب چوٹ دل کو لگ گئی صدمہ بہت ہوا
تم سے بچھڑ گیا تو میں تنہا بہت ہوا

جگ میں ہمارے عشق کا چرچا بہت ہوا
میں دل لگا کے چار میں رسوا بہت ہوا

چھُپ چھُپ کے دیکھنا مجھے چلمن کی آڑ سے
اب آ بھی جاؤ سامنے پردا بہت ہوا

محسوس مجھ کو یہ ہوا تم میرے ساتھ ہو
دھوکہ تصوّرات میں ایسا بہت ہوا

ایک ایک بات کھول کے رکھ دی جو سامنے
دل کا ہمارے بوجھ بھی ہلکا بہت ہوا

اُن سے کہو ترستا ہے ملنے کو میرا دل
اُن کا ہمارے خواب میں آنا بہت ہوا

اے نوجوانو اٹھو کہ خطرے میں ہے وطن
غفلت کی نیند تابکے سونا بہت ہوا

اپنا جسے سمجھتے تھے دشمن ہیں اب وہی
تم بھول جاؤ ان کو یہ رشتہ بہت ہوا

رامِش فضول خرچی ہے شادی بیاہ میں
مڈل ایسٹ کی کمائی کا پیسہ بہت ہوا

#



کتنا روشن ترا شباب ہوا
جلوہ مانندِ آفتاب ہوا

اب تو دل کو ذرا قرار نہیں
دل لگانا بھی اک عذاب ہوا

بیٹھ کر اب مُحاسبہ کرنا
تم سے کتنا گنہ ثواب ہوا

لمس پاتے ہی ان کے ہونٹوں کا
تھا جو پانی وہی شراب ہوا

ہونٹ اپنے ہیں دانت بھی اپنے
" جانے دو جو ہوا جناب ہوا "

زخم اس نے ہمیں دیئے اتنے
اس کا اب تک نہ کچھ حساب ہوا

جو نہ بھاتا تھا ایک پَل رامِش
وہ ہی لاکھوں میں انتخاب ہوا



لکھ کر نظمیں ، غزلیں ، گیت
لوگوں کا دل رامِش جیت

دنیا کی ہے یہ بھی ریت
دھن ہو پاس تو سب ہیں میت
دل کو تسکیں ملتی ہے
درد بھرا ہو جب سنگیت

تیرا میرا رشتہ ہے
تُو سرگم ہے میں ہوں گیت
دل کی دھڑکن کہتی ہے
تُو ہی میرے من کا میت
تم کو دنیا یاد کرے
ایسی ہی تم کرنا پریت

سب کے من کو بھاتا ہے
رامِش جیون کا سنگیت



آئی تمھاری یاد جو دلبر تمام رات
دل میں چُبھو گئی مِرے نشتر تمام رات

زخموں کو جب کریدنے لگتی ہے چاندنی
تب ہم شمار کرتے ہیں اختر تمام رات

اُس وقت اُن کے آنے کا ہوتا ہے کیوں گماں
جب جب ہوائیں چلتی ہیں صر صر تمام رات

کروٹ بدل بدل کے گزرتی تھی ساری شب
حالت پہ میری روتا تھا بستر تمام رات

کس بات کا ہے خوف خدا جانے آپ سے
سورج چُھپا ہی رہتا ہے ڈر کر تمام رات

اُس کے مکین بعد میں فاقوں سے مَر گئے
جلتا رہا فساد میں جو گھر تمام رات

پوچھو نہ کیسے رات کٹی کب سحر ہوئی
ٹوٹی ہیں کیا قیامتیں ہم پر تمام رات

اُن کا ستانا روٹھنا لگ جانا پھر گلے
آنکھوں میں گھومتے ہیں یہ منظر تمام رات

شاید مِرے خیال میں گُم ہوں گے آپ بھی
بہلا رہا ہوں دل کو یہ کہہ کر تمام رات

چھیڑو نہ اُس کو سونے دو رامِش نہ غل کرو
اک چاند محوِ خواب ہے تھک کر تمام رات





زندگی بھی نہیں زندگی کی طرح
میں بھی ہوں اپنے گھر اجنبی کی طرح

وہ بھی جیتا ہے تنہا مجھے چھوڑکر
میں بھی جیتا ہوں بالکل اُسی کی طرح

وقت پر کام آتا ہوں ہر ایک کے
ہے مِری حیثیت اک گھڑی کی طرح

کیا جواں جسم بھی نذرِ آتش ہوئے
ہم غریبوں کی اک جھونپڑی کی طرح

یہ ملاوٹ کا ہے دور اس دور میں
آدمی بھی نہیں آدمی کی طرح

نرم و نازک ہے کومل ہے اس کا بدن
پھُول کی اک حسیں پنکھڑی کی طرح

دفعتاً پڑ گئی چاند پر جب نظر
وہ بھی لگنے لگا آپ ہی کی طرح

اُن کے غم کو لگاتا ہوں سینے سے میں
غم بھی پیارا ہے مجھ کو خوشی کی طرح

ایسے لوگوں سے رامِش کرو دوستی
دوستی جن کی ہو دوستی کی طرح





زندگی چھِن گئی تیرے جانے کے بعد
اک قیامت ہوئی تیرے جانے کے بعد

تیرے دم سے منوّر تھا سارا جہاں
تیرگی چھا گئی تیرے جانے کے بعد

قدر ہم نے نہ کی اک ترے قُرب کی
چوٹ دل کو لگی تیرے جانے کے بعد

آشیاں جل گیا کچھ نہ باقی رہا
ایسی بجلی گِری تیرے جانے کے بعد

تُو سمجھتا رہا مجھ کو ساحل ملا
کشتی ڈوبی مِری تیرے جانے کے بعد

دُھندلی دُھندلی سی ہے چاند کی روشنی
بُوئے گُل بھی گئی تیرے جانے کے بعد

تُو نہ آیا مگر اے مِرے ہم سفر
یاد آتی رہی تیرے جانے کے بعد

لاکھ بہلاؤ دل اب بہلتا نہیں
کیسی حالت ہوئی تیرے جانے کے بعد

رقص ہی میں رہے جام و مینا مگر
بڑھ گئی تشنگی تیرے جانے کے بعد

روحِ رامِش تجھے ڈھونڈتی ہی رہی
اے مِری زندگی تیرے جانے کے بعد

<>



جب جب چھت پر دیکھا چاند
تم سے کیوں شرمایا چاند

مِل جُل کر ہیں تارے سب
لیکن تنہا تنہا چاند

دلبر ہو جب پہلو میں
لگتا ہے کیا اچھا چاند

نکلے جب وہ بے پردہ
سب یہ سمجھے نکلا چاند

عید کی خوشیاں لے آیا
اِٹھلاتا بَل کھاتا چاند

میری رات اندھیری ہے
تم بَن کر آجانا چاند

ساری دنیا جلتی ہے
دیکھ کے رامِش میرا چاند



چمن میں آئے حیات اپنی عارضی لے کر
کھِلے ہیں پھول یہاں جتنے دلکشی لے کر

تم اِس کی قدر کرو فکر کا خزانہ ہے
تمھاری بزم میں آیا ہوں شاعری لے کر

تھے میکدے میں صراحی بھی جام بھی ساقی
وہاں سے آیا ہوں لیکن مَیں تشنگی لے کر

مِلے عدو تو دکھا دوں گا خدوخال اُس کے
مَیں کب سے پھرتا ہوں ہاتھوں میں آرسی لے کر

تمام گھر مِرا بے ساختہ ہُوا روشن
وہ ماہ رُو مِرے گھر آیا چاندنی لے کر

میں سنگِ میل کی مانند ایک مدّت سے
کھڑا ہوں راہ میں منزل کی آگہی لے کر

وہ سُن کے بولے تخلص رحیم رامِش کا
کہاں سے آیا یہ شاعر یہاں خوشی لے کر



غم کے جب بھی آئے پتّھر
ہنس کر ہم نے کھائے پتّھر

آفت آئی تو یہ جانا
پتّھر ہیں ہمسائے پتّھر

چاہت میں جب حد سے گذرے
لوگوں نے برسائے پتّھر

لعل و گوہر بھی پتّھر ہیں
لیکن قسمت لائے پتّھر

سختی ، نرمی ، سردی ، گرمی
دیکھو سب سہہ جائے پتّھر

گھر کے نقشے سے ظاہر ہے
چوٹ ہمیشہ کھائے پتّھر

خاروں سے جب رشتہ جوڑا
پھولوں نے برسائے پتّھر

پتّھر سے لی جان انساں نے
انساں سے شرمائے پتّھر

رامِش پربت بن جائے گا
یک جا تو ہوجائے پتّھر



میں سر سے پاؤں تک اس میں بھیگوں
ہو جب بھی تیرے کرم کی بارِش

نہ چین سے مجھ کو جینے دے گی
تِرے بدن کی حسین سازِش

تمھارا دامن خوشی سے بھر دوں
رہی ہے ہر دم مری یہ کوشش

قریب آ کر یہ ہم نے جانا
نہیں ہے تم سا جہاں میں رامِش





ہے میری سب سے یہی گزارِش
رکھو نہ ہرگز دلوں میں رنجِش

وہ یاد آئے زیادہ ہم کو
جو کی بھلُانے کی ہم نے کوشِش

بسیں گے دل میں کسی حسیں کے
جواں دلوں کی یہی ہے خواہِش

وہ نارِ دوزخ سے کیا بچیں گے
جو کرتے ہیں جسم کی نمائش

بشر جہاں میں رہے نہ غافل
ہے اصل میں قبر ہی رہائش

وہ جب ستم پر ستم کریں گے
ستم کو ان کے کہوں نوازِش



لے ڈوبے ہم کو پیار میں خوشبو بھرے خطوط
دستِ حنائی سے ترے لکھے ہوئے خطوط

مجھ کو بڑی خوشی ہوئی قاصد سے جان کر
کتنے مزے سے پڑھتا ہے دلبر مِرے خطوط

مجھ کو ستانے لگتی ہے تنہائی جب کبھی
پڑھتا ہوں تیرے پیار سے لکھّے ہوئے خطوط

لکھّے جدائی میں تجھے خط میں نے بار بار
بےچین ہو کے تُو نے بھی لکھّے مجھے خطوط

صورت دکھائی دیتی ہے ہر لفظ میں تِری
پڑھتا ہوں بار بار تِرے اس لئے خطوط

خاطر میں جس کے پیار کو لایا نہ میں کبھی
ملتے ہیں اس حسینہ کے اکثر مجھے خطوط

رکھتا ہوں احتیاط سے ان کو سنبھال کر
اتنے عزیز ہیں مِرے محبوب کے خطوط

دِل باغ باغ ہوتا ہے تحریر دیکھ کر
بے حد حسین ہوتے ہیں دلبر ترے خطوط

ہوتی ہے ان میں پُھولوں کی خوشبو بسی ہوئی
ملتے ہیں جب بھی مجھ کو مِرے یار کے خطوط

اِس بات سے ہمیں کبھی انکار ہی نہیں
اک شاہکار بن گئے رامِش ترے خطوط

#



نفرت کے بیج قلب میں بونے لگے ہیں ہم
یوں دور اپنے آپ سے ہونے لگے ہیں ہم

برباد کر کے قوم کو اپنے ہی ہاتھ سے
اپنا وقار آپ ہی کھونے لگے ہیں ہم

دل میں خدا کا خوف ذرا نام کو نہیں
ہونے لگی اذان تو سونے لگے ہم

لایا ہے عشق آج ہمیں اِس مقام پر
"اُن کو لگی ہے چوٹ تو رونے لگے ہیں ہم"

ہونے لگا ہے آپ کو اس بات کا یقیں
اب رفتہ رفتہ آپ کے ہونے لگے ہیں ہم

جب چلتے چلتے تھک گئے راہِ حیات میں
سائے میں زلفِ یار کے سونے لگے ہیں ہم

رامش ہمارے درد سے واقف ہوئے ہیں لوگ
دامن جو آنسوؤں سے بھگونے لگے ہیں ہم



آج اُن کا ہوا ہے کرم
اِس لئے آنکھ میری ہے نم

آپ کا مِل گیا جس کو غم
غم نہیں ایک دولت سے کم

اُن سے اتنی ہی الفت بڑھی
جتنا کرنے لگے وہ سِتم

جو لگالے گا غم کو گلے
خوشیاں چومیں گی اُس کے قدم

یوں بسر ہوتی ہے زندگی
آنسو پیتے ہیں کھاتے ہیں غم

وہ تو موجود ہے ہر جگہ
میکدہ ہو یا دیر و حرم

وہ ملیں تو زمیں کیا ہے شئے
آسماں بھی ہو زیرِ قدم

جوش میں آئے رحمت تری
تو مِرے دور ہو جائیں غم

فاصلے اور بڑھتے گئے
پھونک کر جب بھی رکھّے قدم

اب نکھرنے لگی شاعری
ہے بڑا ہی خدا کا کرم

کیسے کرتی ہے دنیا جدُا
ایک ہو کر ہی دیکھیں گے ہم

جب سے رامِش کو دل دے دیا
ہو گیا اُس کا غم میرا غم



یہ زمیں آسماں نہیں معلوم
میرا کیا ہے یہاں نہیں معلوم

ہم تو بے لوث تم سے ملتے ہیں
ہم کو سُود و زیاں نہیں معلوم

پھر ہوا میری ذات کا دشمن
کیوں یہ سارا جہاں نہیں معلوم

تجھ کو کس کی نظر لگی ہوگی
میرے ہندوستاں نہیں معلوم

بات کرنے کا لطف کیا اُس سے
جس کو اردو زباں نہیں معلوم

کیوں اِنا میری آڑے آتی ہے
حُسن کے درمیاں نہیں معلوم

چوٹ کھا کر بھی مسکراتے ہیں
ہم کو آہ و فغاں نہیں معلوم

کون جانے کہ کب یہ پھوٹ پڑے
دل کا آتش فشاں نہیں معلوم

اپنی منزل پہ ہم پہنچ بھی گئے
ہے کہاں کارواں نہیں معلوم

جانے کیا گُل کھلائیں گی رامِش
میری بے تابیاں نہیں معلوم

<>



رہ رہ کے تیرا نام لئے جا رہے ہیں ہم
تیرے بغیر یوں بھی جئے جا رہے ہیں ہم

جب سے ہمارے ساتھ ہے احباب کا کرم
چُپ چَاپ اپنا خون پیئے جا رہے ہیں ہم

تجھ کو کبھی پکارے نہ کوئی بھی بے وفا
الزام اپنے سر پہ لئے جارہے ہیں ہم

زندہ جَلا کے اپنی بہو بیٹیوں کو خود
کتنا بڑا گناہ کئے جارہے ہیں ہم

آنکھوں کے جام سے کبھی ہونٹوں کے جام سے
"کوئی پلا رہا ہے پیئے جا رہے ہیں ہم"

اک دن تو لَوٹ آئے گا رامِش وہ بے وفا
اِس ایک آس ہی میں جیئے جارہے ہیں ہم



تم سے بچھڑ کے زندہ رہوں میں بہار میں
یہ بات تو نہیں ہے مرے اختیار میں

آنکھوں کا کیا قصور ہے دیدارِ یار میں
آتا نہیں نظر کوی غم کے غبار میں

ڈھونڈو کوی ملے گا نہ تم سا ہزار میں
تم کو شمار کرتے ہیں سب شاہکار میں

ان کے بدن کی صندلیں خوشبو ہے ہر طرف
شاید یہیں کہیں ہیں وہ قُرب و جوار میں

جب سے ہمارے دل کو کوئی توڑ کر گیا
اک اضطراب سا ہے دلِ بے قرار میں

رامِش نے لے لیا یہاں بجلی سے انتقام
" خود آشیاں کو آگ لگادی بہار میں "

نذرِ اقبال

نہ پوچھو کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں
محبت کے بدلے وفا چاہتا ہوں

تجھی سے مجھے دردِ دل کا ملا ہے
تجھی سے میں اس کی دوا چاہتا ہوں

یہ مانا غلط تھا نگاہیں ملانا
خطا ہو چکی ہے سزا چاہتا ہوں

خدا کے لئے اپنا جلوہ دکھا دو
کہ جی بھر کے میں دیکھنا چاہتا ہوں

ستاتی ہے تم کو بھی کیا یاد میری
یہی تم سے میں پوچھنا چاہتا ہوں

وہ جس نے ڈبویا ہے میرا سفینہ
اسی ناخدا کا پتا چاہتا ہوں

رہِ حق سے رامشؔ جو بھٹکے ہیں ان کا
تمھاری طرح رہنما چاہتا ہوں



ہے ترا التفات قسطوں میں
مل رہی ہے حیات قسطوں میں

دل کے تھے واقعات قسطوں میں
کہہ دی اک ایک بات قسطوں میں

یاد اور خواب کے حوالے سے
روز کٹتی ہے رات قسطوں میں

ذہن کے ساتھ کچھ ضمیر کے ساتھ
بٹ گئی میری ذات قسطوں میں

بات کرنی ہے اس سے تفصیلی
کیا کریں اس سے بات قسطوں میں

کی عیادت جو اس نے تھم تھم کر
مل گئی ہے حیات قسطوں میں

پڑھ رہے ہیں کلام رامش کا
شاعر و شاعرات قسطوں میں



لاکھ ہمّت تم کرو کچھ گفتگو ہوتی نہیں
دل کی حالت اب بیاں تو رُو بہ رُو ہوتی نہیں

ڈھونڈنے سے سب کو ملتا ہے خدا سچ ہے مگر
عام انسانوں سے ایسی جستجو ہوتی نہیں

رات دن ہم پی رہے ہیں اُن کی آنکھوں سے شراب
اب تو ہم کو حاجتِ جام و سُبو ہوتی نہیں

ہم نے شوقِ آرزو میں چوٹ کھائے اس قدر
اب کسی بھی آرزو کی آرزو ہوتی نہیں

رنگ و بُو کے واسطے اہلِ بصیرت چاہیے
"چشمِ ظاہر سے تمیزِ رنگ و بُو ہوتی نہیں"

ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتی رہی اِس راہ میں
قوم اپنی پھر بھی رامِش سُرخرو ہوتی نہیں



تجھ سا تو اس جہاں میں نہ دیکھا کوئی حسیں
کہتے ہیں چاند تارے فضا آسماں زمیں

اک میں ہی جانتا ہوں کہ بس میں نے آج تک
کیا کیا مصیبتیں یہاں تیرے لئے سہیں

ان کو یہیں پچھاڑ دیا آ کے موت نے
جو اپنے اپنے دور کے رستم رہے یہیں

دل میں چھپا لیا ہے اُسے میں نے اِس طرح
جیسے چُھپا ہوا ہو گہرُ سیپ میں حسیں

اسلام کی فضا میں ذرا بس کے دیکھ لو
تم کو خدا کی ذات پہ آجائے گا یقیں

گزرے جدھر سے آپ تو لوگوں نے یہ کہا
دیکھو زمیں پہ چاند اتر آیا نہ ہو کہیں

کیں بے شمار نعمتیں تُو نے ہمیں عطا
صد شکر تیرے آگے جھکاتے ہیں ہم جبیں

مشہور " زے " ہیں تین جو جڑ ہیں فساد کی
اک "زن" ہے دوجا "زر" ہے تو ہے تیسرا "زمیں"

رامِش ہی ایک شخص ہے دنیا میں دیکھیئے
منسوب جس کے نام سے رسوائیاں رہیں





یہ زمانے کو کیا ہوا ہے میاں
وقت کتنا بدل گیا ہے میاں

کون سچّا ہے کون جھوٹا ہے
کس کے چہرے پہ یہ لکھا ہے میاں

ہم سمجھتے رہے جسے اپنا
آج وہ غیر ہو گیا ہے میاں

دیکھ لو اِس میں خدوخال اپنے
دل مرا صاف آئینہ ہے میاں

کیسا انصاف ہے زمانے میں
بے گنہہ کے لئے سزا ہے میاں

زندگی پر مِری سوا تیرے
بس کسی کا نہیں چلا ہے میاں

کون رہتا ہے دل میں رامِش کے
کچھ تمھیں یہ اتہ پتہ ہے میاں



مَیں تجھ سے غافل ذرا نہیں ہوں
ِتری طرح بے وفا نہیں ہوں

یہ وقت کی ہے ستم ظریفی
ِترا ہی ہوکر ِترا نہیں ہوں

ہُوا نہ دل کو سکوں میسّر
مَیں تجھ سے جب تک ِملا نہیں ہوں

ہے درد ہی سے سکون دل کو
مَیں اب پریشاں ذرا نہیں ہوں

تمھارا جس میں نہ ذکر آئے
مَیں بول وہ بولتا نہیں ہوں

نظر سے تیری ہوں دور لیکن
مَیں دل سے تیرے جُدا نہیں ہوں

سجا کے پلکوں میں مجھ کو رکھنا
مَیں بن کے آنسو گِرا نہیں ہوں

جنھوں نے توڑا ہے میرے دل کو
مَیں اُن سے اب تک خفا نہیں ہوں

نظر بتاتی ہے حال دل کا
زباں سے کچھ بولتا نہیں ہوں

ہے تجھ سے اِتنی مجھے محبت
بچھڑ کے اک پَل رہا نہیں ہوں

نہ دن ہی نکلا نہ رات آئی
جلا ہوں لیکن دِیا نہیں ہوں

تری اعانت ہے ساتھ رامِش
یہاں مَیں بے آسرا نہیں ہوں



خود کو ہی بھول جاؤں اتنا تجھے میں چاہوں
پھر ہوش میں نہ آؤں اتنا تجھے میں چاہوں

گر کوئی شخص مجھ سے میرا پتہ جو پوچھے
تیرا پتہ بتاؤں اتنا تجھے میں چاہوں

مجھ کو دکھائی دے بس اس میں تِری ہی صورت
دل آئینہ بناؤں اتنا تجھے میں چاہوں

تو جس طرف سے گزرے میں تیرے راستے میں
پلکیں مِری بچھاؤں اتنا تجھے میں چاہوں

جب آنکھ اپنی کھولوں تُو سامنے ہو میرے
جب چاہوں تجھ کو پاؤں اتنا تجھے میں چاہوں

آ آ کے یاد تیری دن رات جب ستائے
میں تیرے پاس آؤں اتنا تجھے میں چاہوں

تُو میرا آئینہ ہے تجھ میں ہے عکس رامِش
تجھ کو نہ بھول پاؤں اتنا تجھے میں چاہوں



دشمن نے ایسی آگ لگائی سماج میں
بھائی کی بھائی سے ہے لڑائی سماج میں

مشکل سے مشکل آپ کے ہوتے ہیں سارے کام
پیسے نے ایسی دھاک جمائی سماج میں

سب اپنی ہی بھلائی میں مصروف ہیں میاں
کرتا نہیں کسی کی بھلائی سماج میں

ڈھونڈو اگر ملیں گے کچھ ایسے بھی نوجواں
بیوی کی کھا رہے ہیں کمائی سماج میں

رامِش تمام رشتوں کی تقدیس مِٹ گئی
رشتے ہیں اب بہن ہے نہ بھائی سماج میں



ہم کو نہ ستاؤنا برسات کے موسم میں
تم پاس تو آؤنا برسات کے موسم میں

جلوہ تو دکھاؤنا برسات کے موسم میں
یوں برق گراؤنا برسات کے موسم میں

تاحدِّ نظر دیکھو رنگین نظارے ہیں
تم لَوٹ کے آؤنا برسات کے موسم میں

تنہا ہے گلِ تر بھی کلیاں بھی اکیلی ہیں
ایسے میں تم آؤنا برسات کے موسم میں

ہے سرد بہت موسم ایسے میں ذرا آکر
پھر آگ لگاؤنا برسات کے موسم میں

ارمان مِرے دل کے للہ نکلنے دو
تڑپا کے نہ جاؤنا برسات کے موسم میں

بارش میں کھُلی زلفیں تم ڈال کے شانوں پر
پھر ہوش اڑاؤنا برسات کے موسم میں

موسم کا تقاضہ ہے اُترے نہ خمار اب تو
نظروں سے پلاؤنا برسات کے موسم میں

نظریں تو ملاتے ہو ہر روز مِری جاں تم
دل دل سے ملاؤنا برسات کے موسم میں

تم بھیگے بدن آکر آغوش میں رامِش کی
اک آگ لگاؤنا برسات کے موسم میں





تھا جو کل تک مگر وہ آج نہیں
وقت کا پہلا سا مزاج نہیں

پیار ویسے تو ہم بھی کرتے ہیں
یادگار اپنی کوئی تاج نہیں

بھیج دیتے ہیں غیر ملکوں کو
دیش کے واسطے اناج نہیں

ہم حکومت دِلوں پہ کرتے ہیں
پاس اپنے تو تخت و تاج نہیں

ظلم سے کب وہ باز آئے گا
لب پہ جب اپنے احتجاج نہیں

ہو مرض کوئی تو شفاء پائیں
شک کا کوئی مگر علاج نہیں

کسی مظلوم کی مدد رامش
اِس زمانے میں یہ رواج نہیں



نہیں لگتا جی میرا تنہائیوں میں
تم آجاؤ ساون کی پروائیوں میں

نہ جانے اسے کیا ہوا آج اس نے
مرا نام لکھا شناسائیوں میں

ہر اک آئینے میں ہے جلوہ تمھارا
نظر تم ہی آتے ہو پرچھائیوں میں

فسادوں میں جس نے مرے گھر کو لوٹا
پڑوسی ہی میرا تھا بلوائیوں میں

یہی کہتے میں نے سنا ہر دلہن سے
ہے آرام بابل کی انگنائیوں میں

بھلا غیر سے کیسی امّید رامِش
محبت نہیں جب سگے بھائیوں میں



مَیں تکتا ہوں تمھاری رہ گزر کو
کسی دن آؤ گے تم میرے گھر کو
جدھر دیکھوں اُدھر بس تم ہی تم ہو
نہ جانے کیا ہوا میری نظر کو

وہ شب بھر کے ہیں مہماں میرے گھر میں
ذرا کہہ دو ٹھہر جائے سحر کو

سبھی سے آپ بھی مل جُل کے رہیے
" بشر سے کام پڑتا ہے بشر کو "

ہنر مندوں نے دیکھا ہے تماشہ
یہاں ملتی ہے شہرت بے ہنر کو

تقاضہ وقت کا ہے قولِ حالی
ہوا ہے جس طرف چلیے اُدھر کو

وہی چہرہ وہی ہے داغ رامش
ذرا تم غور سے دیکھو قمر کو

دوغزلہ

مجھے جُرمِ الفت کی جو بھی سزا دو
نظر سے نہ اپنی خدارا گرا دو

گزارش ہے میری یہ اہلِ قلم سے
جو سوئے ہیں اُن کو قلم سے جگا دو

مِرا کیا کسی طرح مَیں جی ہی لوں گا
مِری یاد کو لوحِ دل سے مٹا دو

تمھاری خوشی میں ہے میری خوشی بھی
مَیں حرفِ غلط ہوں تو مجھ کو مٹا دو

تھیں جس دیش پر ساری دنیا کی نظریں
اِسے پھر سے سونے کی چڑیا بنا دو

لہو جل رہا ہے غریبوں کا جن میں
چراغ ایسی راتوں کے سارے بجھا دو

تمھیں ناز کتنا ہے اُس کی وفا پر
یہی آج دنیا کو رامِش بتا دو

مِرا جرم کیا ہے یہ پہلے بتادو
مجھے بعد میں جو بھی چاہو سزادو
تمھیں درد کی جس نے بخشی ہے لذّت
گلہ اُس سے کیا اُس کو اے دل دعادو
جسے پی کے پھر ہوش آئے نہ ہم کو
ہمیں اپنی آنکھوں سے وہ مئے پلادو
جسے جھوم اٹھے سُن کے سارا زمانہ
کوئی ایسا دل کش سا نغمہ سنادو

تمھارا یہ دیدار ہے عید میری
ذرا چاند سا اپنا مکھڑا دکھادو
اگر لاج رکھنی ہو تم کو وطن کی
تو آؤ وطن سے غریبی ہٹادو

چلے آرہے ہیں خراماں وہ رامِش
ذرا اُن کی راہوں میں تارے بچھادو



پتہ نہیں کچھ بھی بے خبر کو
ترس رہا ہوں مَیں اک نظر کو

خوشی کا میری نہیں ٹھکانہ
وہ بھا گئے ہیں مِری نظر کو

نہ جانے کب وہ اِدھر سے گزرے
سجا کے رکھّا ہے مَیں نے گھر کو

مَیں آئینہ جب کبھی بھی دیکھوں
مَیں ٹوکتا ہوں مِری نظر کو

مِلے نہ چھاؤں تو کاٹ ڈالو
خزاں رسیدہ ہر اک شجر کو

رہا نہ دارا نہ ہی سکندر
نہ لے گیا کوئی مال و زر کو

بُری نظر سے بچانا رامش
ہمارے کاغذ کے اِس نگر کو



دور رہ رہ کے ستاتے کیوں ہو
درد دے دے کے رلاتے کیوں ہو

وہ تو رہتا ہے ہمیشہ مجھ میں
بے سبب یاد دلاتے کیوں ہو

شام ہونے کا گماں گزرے گا
زلف شانوں پہ گرا تے کیوں ہو

خاک سے جس نے اٹھایا تھا تمھیں
خاک میں اُس کو ملاتے کیوں ہو

کچھ تو ہے تم کو تعلق مجھ سے
ورنہ پھر خواب میں آتے کیوں ہو

ہے اُجالے کی تمنّا مانا
گھر مگر اپنا جلاتے کیوں ہو

تم سدا رکھ کے کدورت دل میں
ہاتھ رامِش سے ملاتے کیوں ہو



میرے ہمدم لب تو کھولو
دِل مت توڑو کچھ تو بولو

شرمیلی دلہن ہے دنیا
دھیرے اِس کا گھونگھٹ کھولو

اک مدّت کے بعد ملے ہیں
خوشیوں کی لہروں پر ڈولو

ساری تھکن اترے گی کچھ دَم
زلفوں کی چھایا میں سولو

بوجھ بھی دِل کا ہلکا ہوگا
تنہائی میں چھُپ کر رو لو

الفت ہے انمول تم اِس کو
دَھن کے پلڑے میں مت تولو

دولت ہے یہ بحرِ غم کی
تم شعروں کے موتی رولو

دامن پھیلانے سے پہلے
داغ اپنے دامن کے دھولو

چاہے اپنی جاں بھی جائے
رامِش ہر دَم سچ ہی بولو

<>



ہے بڑا لاجواب سا چہرہ
اُس کا وہ بے نقاب سا چہرہ

جب بھی فرصت ملی تو پڑھتا ہوں
اُس کا دلکش کتاب سا چہرہ

میں نے جب بھی چھوا نہ جانے کیوں
ہو گیا آب آب سا چہرہ

جس قدر دیکھو دل نہیں بھرتا
ایسا ہے لاجواب سا چہرہ

میں نگاہوں سے چُوم لیتا ہوں
وہ حسیں ماہتاب سا چہرہ

تاب اگر لا سکو تو تم دیکھو
اُس کا وہ آفتاب سا چہرہ

پھرتا رہتا ہے آنکھوں میں رامِش
اک وہی خواب سا چہرہ

○

اک بلا ، ناگہانی ہوئی
اُن پہ وارد جوانی ہوئی

اک ستم زندگانی ہوئی
آسماں پر گرانی ہوئی

آئے دن بدگمانی ہوئی
دوست کی مہربانی ہوئی

وہ سرِ شام جو آ گئے
شام کتنی سہانی ہوئی

دیکھ کر تم کو بادِ صبا
شرم سے پانی پانی ہوئی

ماں کی ہر دم دعا ساتھ تھی
ہر قدم کامرانی ہوئی

اُڑ گئی نیند ماں باپ کی
جب سے لڑکی سیانی ہوئی

تم مِلے تو سکوں مِل گیا
دِل کو بھی شادمانی ہوئی

اُن کا وعدہ ہے لکھّا ہوا
بات بھی کچھ زبانی ہوئی

شعر رامِش کا سن کر کہا
یہ تو جادو بیانی ہوئی





تم دیکھنا جب آئے گی اکیسویں صدی
گُل نِت نئے کِھلائے گی اکیسویں صدی

پاس و لحاظ ماں کا رہے گا نہ باپ کا
شاید وہ دن دکھائے گی اکیسویں صدی

اردو ادب کا ذوق تمھیں ہو نہ ہو مگر
"پھر بھی غزل سنائے گی اکیسویں صدی"

رشتے وفا کے پیار کے اور دوستی کے بھی
ممکن ہے بھول جائے گی اکیسویں صدی

خود بیسویں صدی کا یہ کہتا ہے اختتام
اک انقلاب لائے گی اکیسویں صدی

ٹی ۔ وی کے بعد خیر سے کمپیوٹر آ گیا
کیا اپنے ساتھ لائے گی اکیسویں صدی

رامِش لبادہ اوڑھ کے مکر و فریب کا
ظلم و ستم بھی ڈھائے گی اکیسویں صدی



سزا بھی خوب مِلی تجھ سے دِل لگانے کی
کھٹک رہے ہیں نگاہوں میں ہم زمانے کی

غموں کی گود میں پل کر جواں ہوئے ہیں ہم
ہمیں تو غم میں بھی عادت ہے مسکرانے کی

میں بار بار اُنھیں اور یاد آؤں گا
کریں گے جتنی وہ کوشش مجھے بھُلانے کی

قریب آؤ کہ تم کو چھپالوں آنکھوں میں
بُری بہت ہے نظر آج کل زمانے کی

وہ جن کی چاہ میں سب کچھ لٹا دیا ہم نے
وہی تو کرتے ہیں اب بات دِل دکھانے کی

ادب سے چوم کے سُرمہ لگالوں آنکھوں میں
ملے جو خاک محمدؐ کے آستانے کی

خدا سے روز ہی کرتا ہے یہ دعا رامِش
کوئی سبیل ہو اِس کے مدینہ جانے کی



جب سے دل میں سما گیا کوئی
ایک ہلچل مچا گیا کوئی

روگ جی کو لگا گیا کوئی
میری ہستی مِٹا گیا کوئی

کھویا کھویا اُداس رہتا ہوں
توڑ کر دل چلا گیا کوئی

پھر کوئی چوٹ لگ گئی دل پر
یک بہ یک یاد آ گیا کوئی

ایک بجلی سی گر پڑی دل پر
جب کبھی مسکرا گیا کوئی

اب یہ اشکوں سے بُجھ نہیں سکتی
آگ ایسی لگا گیا کوئی

بے سبب اِس جہاں میں جینے کی
دے کے مجھ کو دعا گیا کوئی

عشق کو جان کر بڑی نعمت
عشق مجھ سے جتا گیا کوئی

رات بھر جاگنے کی الفت میں
دے کے مجھ کو سزا گیا کوئی

مَیں اُسے بے وفا نہیں کہتا
روٹھ کر گر چلا گیا کوئی

دے کے خوشیاں تمام عالم کو
غم کا رتبہ بڑھا گیا کوئی

درس جینے کا اک نیا رامِش
جاتے جاتے سِکھا گیا کوئی



ہر خوشی ہر خوشی ہر خوشی
آپ کی آپ کی آپ کی

جان لے گی مری یہ تری
بے رُخی بے رُخی بے رُخی

دید سے مجھ پہ چھائی رہی
بے خودی بے خودی بے خودی

تیری آنکھوں سے سیکھے کوئی
ساحری ساحری ساحری

دو دلوں کو جُدا کر گئی
مُفلسی مُفلسی مُفلسی

تیری آنکھوں سے پی بڑھ گئی
تشنگی تشنگی تشنگی

کُو بہ کُو ڈھونڈتا ہوں تجھے
زندگی زندگی زندگی

تم جُدا ہو تو ہے ہر طرف
تیرگی تیرگی تیرگی

اس کے چہرے میں ہے کس قدر
دل کشی دل کشی دل کشی

مسئلہ نوجوانوں کا ہے
نوکری نوکری نوکری

کیوں کنواری رہیں بیٹیاں
گمرہی گمرہی گمرہی

رات دن اُس کی رامِش کرو
بندگی بندگی بندگی



میرے حالات پہ جب اُن کی نظر جائے گی
زندگی بگڑی ہوئی خود ہی سنور جائے گی

ہوگی چاہت تو یہ اعجاز بھی کر جائے گی
آگ کے شعلوں سے بے خوف گزر جائے گی

وہ جو آ جائیں تُو پھر تھام لے اُن کا دامن
تیری بگڑی ہوئی تقدیر سنور جائے گی

مرحلہ ایسا مرے وہم و گماں میں بھی نہ تھا
اس تباہی سے مِری قوم گزر جائے گی

تیری آمد کا پتہ لوگوں کو چل جائے گا
جب فضاء میں تری بُو باس بکھر جائے گی

دیکھ لو آئینہ اب تم تو یہی کہتے تھے
" زندگی زلف نہیں ہے جو سنور جائے گی "

تُو جو آجائے گا رامِش کی عیادت کے لئے
زندگی ساتھ تِرے خود ہی ٹھہر جائے گی



تیری ادا چمن کو یہ اعزاز دے گئی
ہر پھول کو مہکنے کا انداز دے گئی

رحمت خدا کی جوش میں آئی ہے جب کبھی
اندھوں کو آنکھ گونگوں کو آواز دے گئی

میں جب غزل سرا ہوا اُس دم اک آگہی
"ہاتھوں میں میرے بجتا ہوا ساز دے گئی" ؎

رامِش خدا کا شکر کرو زندگی تمھیں
صورت میں غم کی مونس و دم ساز دے گئی



؎ طرحی مصرعہ جناب سید ناظرالدین ناظر



بہت یاد آتی ہے دلبر تمھاری
تمھارے ہی دم سے ہیں خوشیاں ہماری
مجھے میری دنیا میں جنّت ملے گی
اگر زندگی ہم نے مِل کر گزاری

تمھارے بِنا عید کیسے منائیں
غموں کے برابر ہی خوشیاں ہیں ساری
یہی آرزو ہے ہماری خدایا
رہے تا قیامت محبت ہماری

ہر اک سانس دیتی ہے اس کی گواہی
"یہ دل بھی تمھارا ہے جاں بھی تمھاری"
نظر لگ نہ جائے زمانے کی تم کو
یہی اب خدا سے دعا ہے ہماری

نگاہوں میں رامِش ابھی تک بسی ہے
مرے پیارے دلبر کی صورت وہ پیاری



اسی دردِ دل کی خاطر مِری آنکھ میں ہے پانی
" یہی آخری بچی ہے تِری ہجر کی نشانی "

ملے جب سے آپ مجھ کو ہوئی دل کو شادمانی
اگر آپ ہی نہیں تو نہیں لطفِ زندگانی

یہ ہے چار دن کی دنیا یہاں جو بھی شئے ہے فانی
کہ وہ چیز جسم و جاں ہو کہ ہو حُسن یا جوانی

نہ تو چارہ گر ہے کوئی نہ تو کوئی ہم نوا ہے
کہاں آج لے کے آئی مجھے میری زندگانی

میں بتا رہا ہوں خود ہی مِرا حالِ دل کسی کو
مِرے شعر کر رہے ہیں مِرے دل کی ترجمانی

کہیں بم کا ہے دھماکہ کہیں قتل و خوں وطن میں
یہی آپ سمجھیں رامِش کہ بلا ہے آسمانی



پاکر تمھارا پیار جو سرشار ہوگئے
پھر سے نمایاں جینے کے آثار ہوگئے

غیروں کی بات چھوڑیئے وہ غیر ہی تو ہیں
اپنوں کو کیا ہوا ہے جو اغیار ہوگئے

اپنی تو مارے شرم کے گردن ہی جھک گئی
کیسے ہماری قوم کے اطوار ہوگئے

جن میں شعور و فہم ذرا نام کو نہیں
وہ لوگ ہی قبیلے کے سردار ہوگئے

کل تک جو پیسے پیسے کو محتاج تھے یہاں
وہ لوگ کالے دھندے سے زردار ہوگئے

اپنا بنا ہی لیتا اسے پیار سے مگر
حالات اپنے بیچ میں دیوار ہوگئے

رامِش وطن میں اِس لئے امن و اماں نہیں
نیتا خود اپنے دیش کے غدّار ہوگئے



چاہا تھا ہم نے بڑھ کے جنھیں اپنی جان سے
دیتے ہیں اب دکھائی وہی بدگمان سے

بڑھنے لگا کچھ اِس طرح مہنگائی کا شجر
ہر شاخ بات کرنے لگی آسمان سے

اک روز رنگ لائے گی چاہت مِری جناب
وہ حالِ دل سنائیں گے اپنی زبان سے

تنقید شاعری پہ مِری تم کرو مگر
خود اپنا مضحکہ نہ اڑاؤ زبان سے

کیا کیا خیال لوگوں کے ذہنوں میں آگئے
باہر وہ آج نکلے جو میرے مکان سے

اپنے تعلقات میں آیا نہ کوئی فرق
طوفاں کئی گزرتے رہے درمیان سے

رامِش تمھاری شاعری ہے اِس لئے پسند
تم دِل کو موہ لیتے ہو اپنے بیان سے



محبت کے لمحے ہیں کتنے سہانے
کرے جو محبت وہی خوب جانے

اِسی آس میں کتنے گزرے زمانے
کسی دن وہ آئیں گے مجھ کو منانے

جو حد سے بڑھے غم تو اس کو چُھپانے
مَیں ہنسنے کے کرتا ہوں سَو سَو بہانے

بہت رعب اپنا لگے ہیں جمانے
لُٹا کر محبت کے ہم پر خزانے

ستارے ، ہوا ، چاندنی ، پھول ، بادل
ہیں سارے کے سارے تمھارے دِوانے

خدایا کرم ہو ، کرم ہو خدایا
زمانہ تُلا ہے مِرا گھر جلانے

وہ روٹھے تو بگڑے وہ مانے تو سنورے
یہ دِل بھی عجب شئے بنائی خدا نے

محبت کی ساری ادائیں دِکھا کر
کہیں کا نہ رکھّا مجھے بے وفا نے

جو کل تک رہے گندہ نالی کے کیڑے
سنا ہے وہ جائیں گے گنگا نہانے

یہاں کھا کے ٹھوکر وہی گر پڑے ہیں
چلے تھے جو رامِش کو ٹھوکر لگانے



دو غزلہ

وہ نظروں سے نظریں ملانے لگے
پلا کر نشہ آزمانے لگے

یہ منظر بھی کتنے سہانے لگے
وہ ہم کو ہم اُن کو منانے لگے

کبھی راز مجھ سے چُھپانے لگے
کبھی کھُل کے خود ہی بتانے لگے

زمانے سے چُھپ کر خدا جانے کیوں
اشاروں سے مجھ کو بُلانے لگے

نظر نیچی کر کے بڑھے دفعتاً
گلے سے مجھے پھر لگانے لگے

گزارے تھے رامش کے ہمراہ جو
وہ لمحے بہت یاد آنے لگے

بہت میرے دل کو بھی بھانے لگے
وہ جب سے مجھے آزمانے لگے

حسیں لوگ دل کو لبھانے لگے
جوانی کے موسم سہانے لگے

تھی فرصت انھیں ہائے تنہائی میں
مِری ہی غزل گنگنانے لگے

سنائے جو قصّے شبِ ہجر کے
حقیقت میں اُن کو فسانے لگے

حیا اُن کو آئی مجھے دیکھ کر
وہ دانتوں میں انگلی دبانے لگے

مجھے یوں لگا دل گیا ساتھ جب
چُھڑا کر دوپٹّہ وہ جانے لگے

زمیں پر ہی جنّت مجھے مِل گئی
وہ جب دل کو دل سے مِلانے لگے

کئی دل گرے ان کے قدموں میں پھر
وہ تیرِ نظر جب چلانے لگے

کبھی پاس سے تو کبھی دُور سے
مِرے بھولے دل کو ستانے لگے

سنا جب مجھے مے کی عادت نہیں
تو نظروں سے مجھ کو پلانے لگے

مَنا تو لیا ہے یہ سچ ہے انھیں
مَنانے میں لیکن زمانے لگے

رحیم اُن کو رامِش تھا بے حد پسند
اُسی نام سے وہ بُلانے لگے



جب کبھی اُن کی دید ہوتی ہے
میری آنکھوں کی عید ہوتی ہے

اُن کے ہونٹوں سے پھول جھڑتے ہیں
جب بھی گفت و شنید ہوتی ہے

ہم تصوّر میں ان سے ملتے ہیں
جب ضرورت شدید ہوتی ہے

جس میں شامل غریب ہو کوئی
وہ ہی عیدِ سعید ہوتی ہے

بے نقاب اُن کو دیکھ لینے سے
ایک عاشق کی عید ہوتی ہے

آسماں و زمیں لرزتے ہیں
جب محبت شہید ہوتی ہے

دل کی تسکین کے لیے رامِش
شاعری ہی مفید ہوتی ہے



آج بھی عاشق کی یہ روداد ہے
کوئی مجنوں ہے کوئی فرہاد ہے
ہر گھڑی ہر پَل انُھیں کی یاد ہے
اِس لئے شاید مِرا دِل شاد ہے

اپنا اپنا ہے مقدر عشق میں
شاد ہے کوئی ، کوئی ناشاد ہے
گھوڑے جوڑے کی یہ لعنت ختم ہو
ہر جواں بیٹی کی یہ فریاد ہے

ماں سے نفرت پیار بیوی سے کرے
ناخلف اس دور کی اولاد ہے
چغلی ، غیبت ، حرص لالچ اور حسد
قوم اپنی اِس میں ہی برباد ہے

فتح رامِش آپ کی ہوگی ضرور
جب ارادہ آپ کا فولاد ہے



اپنی دعا یہی ہے کہ قائم وفا رہے
جب تک ہماری سانس کا یہ سلسلہ رہے

دِل تو دیا تھا جان بھی دے دی بہ فیضِ ناز
اُن کی نظر میں آج بھی ہم بے وفا رہے

منزل خوشی کی چومے گی بڑھ کر ترِے قدم
غم میں بھی مُسکرانے کا جب حوصلہ رہے

کٹ جائے ہنستے کھیلتے طوفاں میں زندگی
گر کشتیِ حیات کا تُو ناخدا رہے

جس کے لئے تباہ ہوئی میری زندگی
یارب وہ میرے حال سے ناآشنا رہے

موت و حیات میرے لئے دونوں ایک ہیں
جب تک خفا خفا سا وہ جانِ وفا رہے

خوش حال میرا دیش بھلا ہو گا کس طرح
جب تک یہ ذات پات کی رامِش وبا رہے



ایواں بدل گئے سبھی فرماں بدل گئے
آئے تغیرات تو سُلطاں بدل گئے

رشتے بدل گئے جہاں انساں بدل گئے
پھرِ مال و زر کی چاہ میں ایماں بدل گئے

سُوز و فِگار و رنج و الم اور دردِ دِل
اکثر ہماری زیست کے عنواں بدل گئے

مہمان بن کے گھر مِرے آئے نہ پھر کبھی
حالت کو میری دیکھ کے مہماں بدل گئے

"ٹی۔وی" ہے "وی۔سی۔آر" ہے بدلے کتاب کے
تکمیلِ ذوق کے سبھی ساماں بدل گئے

اِس زندگی میں ہم کو بھی محسوس یوں ہوا
جیسے ہماری روح کے زنداں بدل گئے

دھرتی وہی ہے چاند ستارے وہی مگر
رامِش جدید دور کے انساں بدل گئے



کسی کا دل چُرا لینا بھلا کوئی شرافت ہے
ذرا اُن کو سِکھا دینا جو دستورِ محبت ہے

حیا زیور ، ادا شوخی ، جفا بس ان کی فطرت ہے
ازل ہی سے عطا ان کو خدا کی یہ عنایت ہے

فقط رَس چوسنا گُل کا ہے بھنوروں کی ہوس کاری
پتنگے کی طرح جل کر فنا ہونا محبت ہے

سمندر غم کے آئیں یا مصیبت کے پہاڑ آئیں
رہِ الفت میں اُن کا سامنا تکمیلِ الفت ہے

ادائیں اس کی ہیں قاتل نگاہیں اس کی بجلی ہیں
ہے اس کی چال متوالی وہ سر تا پا قیامت ہے

جُھکی نظریں مجسّم ہیں فسانہ خود ہی چاہت کا
اُٹھیں گی تو یہ بولیں گی ہمیں تم سے محبت ہے

رہو رامِش سدا دل میں ہمارے ، دھڑکنیں بن کر
یہ سچ ہے ہم کو ہر لمحہ تمھاری ہی ضرورت ہے



اِس لیے غم سے اپنی یاری ہے
چیز بخشی ہوئی تمھاری ہے

جو تِری یاد میں گزاری ہے
بس وہی زندگی ہماری ہے

دل میں اُس کو ذرا سمانے دو
عشق کو تو حیات ساری ہے

چاند دیکھا تو یوں لگا جیسے
شکل تو ہُو بہ ہُو تمھاری ہے

دل کے ارمان رہ گئے دل میں
بے قراری سی بے قراری ہے

پھیر لی ہے نگاہ کیا تم نے
زندگی پر سکوت طاری ہے

اچھا لگتا ہے ہارنا اُن سے
جیتی بازی بھی ہم نے ہاری ہے

کوئی ہم درد ہے نہ ہے ساتھی
یہ بھی کیا زندگی ہماری ہے

داستاں میری سن کے وہ بولے
کتنی دلچسپ کتنی پیاری ہے

جتنی چاہو سمیٹ لو رامش
اُس کی رحمت کا فیض جاری ہے





حسن پر جب شباب آتا ہے
فطرتاً خود حجاب آتا ہے

ایسا لگتا ہے ان کی آمد سے
کوئی چل کر گلاب آتا ہے

ایسی مستی ہے چال میں اس کی
کوئی پی کر شراب آتا ہے

لکھ کے بھیجا ہے مدّعا دل کا
دیکھنا کیا جواب آتا ہے

ظلم بڑھ جائے جب زمانے میں
خود بہ خود انقلاب آتا ہے

پھر کسی کی خبر نہیں رہتی
جب بھی وہ بے نقاب آتا ہے

لوگ رامِش کو دیکھ کر بولے
کون خانہ خراب آتا ہے



اس طرح میں نے زندگی کی ہے
دشمنوں سے بھی دوستی کی ہے

جھونک کر دھول میری آنکھوں میں
میرے رہبر نے رہزنی کی ہے

جو جھکا لے گا اپنی طاقت سے
پھر تو دنیا بھی بس اسی کی ہے

اس جہاں میں غریب کی بیٹی
ایک تصویر بے کسی کی ہے

رات دن صبح و شام ہر لمحہ
اب تو بس یاد آپ ہی کی ہے

سب کو اک دن ہے خاک میں ملنا
بس حقیقت یہ آدمی کی ہے

درمیاں بھائیوں کے اے رامش
کس نے دیوار یہ کھڑی کی ہے



تم نے جس سے نظر ملائی ہے
زندگی اُس کو راس آئی ہے

بات اب یہ سمجھ میں آئی ہے
جان لیوا تری جدائی ہے

ہندو مسلم تو بھائی بھائی ہے
کس لئے اِن میں پھر لڑائی ہے

اب نہ جذبہ نہ جوش ہے باقی
قوم پر مردنی سی چھائی ہے

باحیا اب جیئے تو کیسے جیئے
جس طرف دیکھو بے حیائی ہے

بِن ترے دل مِرا نہیں لگتا
دل لگا کر یہ چوٹ کھائی ہے

چند اشعار تیرے بارے میں
کہہ کے رامِش نے داد پائی ہے



○

ان کی آمد خوشی سی لگتی ہے
زندگی زندگی سی لگتی ہے

اس قدر غم سے ہو گئے مانوس
ہر خوشی اجنبی سی لگتی ہے

جب وہ نظروں سے دور ہوتے ہیں
ہر گھڑی بے کلی سی لگتی ہے

تم سے منسوب ہو گئی جب سے
زندگی زندگی سی لگتی ہے

مسکراہٹ تمھارے ہونٹوں پر
ایک کِھلتی کلی سی لگتی ہے

تُو پلائے جو ساقیا ہم کو
میکشی میکشی سی لگتی ہے

زلف بکھرائے تم جو آئے ہو
شام بھی سرمئی سی لگتی ہے

پرتوِ حسن یار ہے دیکھو
ہر طرف چاندنی سی لگتی ہے

اس حسیں لب پہ ہوں فدا جس کی
بات بھی شاعری سی لگتی ہے

رُوٹھ کر جب سے وہ گیا رامش
زندگی اجنبی سی لگتی ہے





خوب سے خوب تر چاہیے
کوئی تجھ سا مگر چاہیے

آدمی بے ضرر چاہیے
دوست بھی معتبر چاہیے

زخم دل کا نہیں مندمل
اور زخمِ جگر چاہیے

خود جھکے گی یہ دنیا مگر
شرط یہ ہے جگر چاہیے

زندگی کی کڑی دھوپ میں
سایہ دار اک شجر چاہیے

اُس کا جلوہ تو ہے ہر طرف
دیکھنے کو نظر چاہیے

راہ بھٹکی ہوئی قوم کو
آج بھی اک خضرؑ چاہیے

آہ اُس کی سنی جائے گی
آہ میں کچھ اثر چاہیے
اپنے جینے کو اِس دور میں
کچھ نہ کچھ تو ہنر چاہیے
پَل میں مقبول ہوجاؤ گے
کچھ رسوخ و اثر چاہیے
قتل ہو جائے گا میرا دل
قاتلانہ نظر چاہیے
تنہا کٹتی نہیں زندگی
اک حسیں ہم سفر چاہیے
ایک اُن کی خوشی کے لئے
جاں بھی دے دوں اگر چاہیے

شعر کہیے گا رامِش مگر
شعر میں کچھ اثر چاہیے



ساری دنیا کو یہ دِکھانا ہے
ٹھوکروں میں مِری زمانہ ہے

رہ گیا ہوں جہاں میں میں تنہا
ساتھ ان کے مگر زمانہ ہے

دھڑکنوں میں سمائے رہتا ہوں
اُن کا دل ہی مرا ٹھکانہ ہے

غم تو رہتا ہے ساتھ ساتھ مِرے
غم سے ناتا مِرا پرانا ہے

اُن سے بچھڑے تو ہم نے یہ جانا
غیر ممکن اُنھیں بھلانا ہے

اُس کی صحبت میں شوق سے رہیے
آپ کو گر فریب کھانا ہے

تم کو رامِش ادب کی منزل کا
اک نیا راستہ بنانا ہے



چھوڑ کر در تمھارا کدھر جائیں گے
"تم سہارا نہ دو اب تو مرجائیں گے"

عشق کی راہ میں ہم جو مرجائیں گے
نام دنیا میں مجنوں کا کرجائیں گے

میرا صیّاد بھی خود ہی پچھتائے گا
ٹوٹ کر جب نشیمن بکھر جائیں گے

اُن کو سجنے سنور نے کی حاجت نہیں
وہ تو خود پھول ہیں خود نکھر جائیں گے

اے ستمگر ہمیں آزما لے کہ ہم
ہر کٹھن امتحاں سے گزر جائیں گے

گر ستانا ہے ہم کو ستالے مگر
سہہ کے ہم تجھ کو شرمندہ کر جائیں گے

دل ہمارا بڑھا ان کی تحریر سے
اُن سے ملنے خود اے نامہ بر جائیں گے

تیرے آگے ہماری ہے کیا زندگی
تُو کہے گر تو جاں سے گزر جائیں گے

سانس جب تک ہے اُن سے ہمیں آس ہے
اُن کی چوکھٹ پہ شام و سحر جائیں گے

زندگی کا جنھیں کچھ سلیقہ نہیں
غم سے گھبرا کے رامِش بکھر جائیں گے





نرالی جہاں سے تِری دشمنی ہے
کہ اس میں بھی شامل ذرا دوستی ہے

مِرے ساقیا کیسی ہلچل مچی ہے
ذرا آسماں پر گھٹا جو اٹھی ہے

اُدھر تم خفا ہو اِدھر بے کلی ہے
عجب مخمصے میں مِری زندگی ہے

جلاتے ہیں لمحے مجھے آگ بن کر
کہ دوزخ سے بڑھ کر تِری بے رخی ہے

تجھے جب سے دیکھا ہے اے حسنِ تاباں
جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر روشنی ہے

نہ اٹھیں گے ساقی تری بزم سے ہم
پلا اور ہم کو ابھی تشنگی ہے

ترے غم سے جس کو نہیں کوئی نسبت
کہ وہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے

قدم جس نے رکھا لگی اُس کو ٹھوکر
بڑی ٹیڑھی میڑھی رہِ عاشقی ہے

ہے رحمٰن جامی کا احسان ہم پر
سند شاعری کی انھیں سے ملی ہے

اِدھر دل سے نکلے اُدھر دل میں اُترے
حقیقت میں رامِش وہی شاعری ہے



میرے استادِ محترم



اُن کی آنکھوں سے آنسو گِرے
ہم نے دامن میں موتی چُنے

اتنی نزدیک آئے مِرے
دل کی دھڑکن ہی وہ بن گئے

سامنے جب وہ ہوں گے مِرے
دور ہو جائیں گے سب گلِے

ایک دل اور غم ہیں کئی
پھر بھی ہم مسکرا کر جیئے

جب بھی مشکل کوئی آ پڑی
ہاتھ میرے دعا کو اٹھے

تُو جو مل جائے اے زندگی
اور بڑھ جائیں گے فاصلے

جس قدر ٹھوکریں کھائیں ہیں
حوصلے اُس قدر بڑھ گئے

آئے گا زندگی کا مزہ
گر جو بڑھتے رہے مرحلے

لاکھ دنیا نے روکا ہمیں
ہم تو رامِش کے ہوکر رہے





کسی کی یاد بہت بے قرار کرتی ہے
ہماری آنکھ کو نم بار بار کرتی ہے

پھر ایک بار خدارا جھلک دکھا ہی دے
مِری نگاہ تِرا انتظار کرتی ہے

بکھر کے چہرۂ زیبا پہ تیری زلفِ سیہ
سیہ گھٹاؤں کو بھی شرمسار کرتی ہے

کبھی کلی کبھی بُلبُل کبھی گُلِ تر سے
تمھارا ذکر ہمیشہ بہار کرتی ہے

تِرے بدن سے مہک بار بار اٹھ کر
فضائے جاں کو مِری مشکبار کرتی ہے

ہمارا پیار سلامت رہے قیامت تک
مِری وفا یہ دعا بار بار کرتی ہے

ذرا سی بات پہ تیرا یہ روٹھ کر جانا
یہی ادا تو ہمیں بے قرار کرتی ہے

جہاں مٹا نہ سکے گا ہماری الفت کو
مِری حیات تو یہ اعتبار کرتی ہے

زباں کُھلے نہ کھلے اس کے رو بہ رو رامِش
جو حالِ دل ہے نظر آشکار کرتی ہے





رہنا سماج میں ہو تو ایسا نہ کیجیے
اوروں کے عیب کو کبھی ڈھونڈا نہ کیجیے

خوں خوار بھیڑیے ہیں سبھی آدمی یہاں
ہر آدمی پہ آپ بھروسا نہ کیجیے

مغرور ہو نہ جائے کہیں وہ بھی دوستو
تعریف اُس کے سامنے بے جا نہ کیجیے

دل سے کبھی نہ اس کے نکل جائے بد دعا
ہرگز غریب دل کو دکھایا نہ کیجیے

شیشے کا گھر ہے آپ کا اس کا رہے خیال
پتّھر کسی مکان پہ پھینکا نہ کیجیے

دشمن تمھاری جاں کا نہ بن جائے وہ کہیں
رامِش کسی کو ٹوٹ کے چاہا نہ کیجیے



یہی مجھ سے وہ اکثر بولتا ہے
" ہو تم ہی میرے دلبر " بولتا ہے

جہاں میں وہ تِری آنکھوں کو نشتر
تِرے ابرو کو خنجر بولتا ہے

وہ حق کی بات پر رہتا نہیں چُپ
وہ جُرات سے برابر بولتا ہے

جہالت بڑھ گئی ہے آج اتنی
کہ ہے اک بوجھ دختر بولتا ہے

جبیں جُھک جائے گی اپنی جہاں خود
اسی کو وہ تِرا در بولتا ہے

عمارت جس کی ہو بنیاد الفت
زمانہ اُس کو ہی گھر بولتا ہے

ہے رامِش کو بھی اُس سے سخت نفرت
جو دلبر کو ستمگر بولتا ہے



آغازِ جوانی ہے ذرا دیکھ کے چلئے
خطرے کی نشانی ہے ذرا دیکھ کے چلئے

ہر سمت سے اُمڈا ہے تلاطُم ہی تلاطُم
دریا میں روانی ہے ذرا دیکھ کے چلئے

یہ عمر ہی ایسی ہے کہ رہتا نہیں کچھ ہوش
اک جوشِ جوانی ہے ذرا دیکھ کے چلئے

چُھونے سے نہ مرجھائے کہیں ڈر ہے اسی کا
پھولوں سی جوانی ہے ذرا دیکھ کے چلئے

شُوخی ہے شرارت ہے قیامت ہے ادا ہے
رنگین جوانی ہے ذرا دیکھ کے چلئے

ان مست اداؤں کی نزاکت کی حیا کی
دنیا بھی دِوانی ہے ذرا دیکھ کے چلئے

مرمر سا حسیں جسم ہے اک تاج محل سا
کیا خوب جوانی ہے ذرا دیکھ کے چلیئے

یوں خود پہ اکڑنا بھی نہیں ٹھیک جہاں میں
یہ حسُن تو فانی ہے ذرا دیکھ کے چلیئے

جاں اپنی گنوا دے گا یہاں آپ کی خاطر
رامِش نے یہ ٹھانی ہے ذرا دیکھ کے چلیئے





دنیا مرے بغیر وہ اپنی بسا گئے
الزام بے وفائی کا مجھ پر لگا گئے

ہر گُل لہو لہان ہے زخمی ہے ہر کلی
کچھ لوگ گلستاں کو بھی مقتل بنا گئے

جو بات مارے شرم کے منہ پر نہ کہہ سکے
وہ بات مجھ کو خواب میں آ کر بتا گئے

اپنی دراز زلفوں کو شانوں پہ ڈال کر
وہ میرے اعتبار کی دنیا پہ چھا گئے

رہزن کا جن کو ڈر نہ تھکن سے ہے واسطہ
ایسے ہی لوگ منزلِ مقصود پا گئے

باقی نہیں رہی کوئی دن رات میں تمیز
ہوش و حواس پر مرے رامِش وہ چھا گئے



کسی کے عشق کا ہونے لگا اثر کیسے
نظر اٹھائی جِدھر آئے وہ نظر کیسے

شبِ وصال ہوئی اتنی مختصر کیسے
کہ باتوں باتوں میں بس ہوگئی سحر کیسے

ہمارا حال ہے کیا کچھ ہمیں خبر ہی نہیں
مگر ہماری انھیں رہتی ہے خبر کیسے

چِھڑک رہے ہیں نمک خود ہی میرے زخموں پر
الٰہی مجھ کو ملے ہیں یہ چارہ گر کیسے

گناہگار ہوں مولیٰ میں تیرا مُجرم ہوں
اُٹھاؤں سامنے تیرے بتا نظر کیسے

جب ایک پل کا ٹھکانہ نہیں ہے دنیا میں
میں ساتھ دوں گا زمانے کا عمر بھر کیسے

کمال و فن سے الگ ہو گئے ہیں اب رامِش
" ہمارے عہد کے ہیں صاحبِ ہنر کیسے "



کیوں ستاتے ہو مجھے آپ کا منشاء کیا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ارادہ کیا ہے

سوچ لے تُو کہ تِرا دہر میں رتبہ کیا ہے
ابنِ آدم تری تخلیق کا منشاء کیا ہے

میرے ساقی بھری محفل میں بھرم رکھنے کو
"زہر پی لوں گا تِرے ہاتھ سے صہبا کیا ہے"

ہر کسی کو تو یہاں موت کا چکھنا ہے مزہ
پھر اَنا کا ترے اس سر میں یہ سودا کیا ہے

آج تک بھی یہ سمجھ میں نہ کسی کے آیا
ایک انسان کا انسان سے رشتہ کیا ہے

ہائے اس دور کی اولاد عجب ہے رامِش
یہ نہیں جانتی ماں باپ کا رُتبہ کیا ہے



جس کو بھی سخاوت سے سرو کار نہیں ہے
زر دار مِری نظروں میں زر دار نہیں ہے

تا حدِّ نظر اس کا ہی جلوہ رہا ہر سوُ
ہم میں ہی مگر طاقتِ دیدار نہیں ہے

آرام طلب ہوگیا ہر نوجواں اب کا
محنت بھی ذرا کرنے کو تیار نہیں ہے

ازحد ہے ضروری مجھے ساحل پہ پہنچنا
"کشتی ہے مگر ہاتھ میں پتوار نہیں ہے"

شامل نہ ہو تخلیق میں گر خونِ جگر بھی
وہ میری نظر میں بڑا فنکار نہیں ہے

ہے چھت بھی ابھی سر پہ محبت کی ہمارے
ہم بھائیوں کے بیچ میں دیوار نہیں ہے



اُن کے دل میں سما کے دیکھیں گے
ایک ہلچل مچا کے دیکھیں گے

ان سے نظریں ملا کے دیکھیں گے
ایک فتنہ جگا کے دیکھیں گے

برق ہوجائے خود ہی شرمندہ
آشیاں ہم جلا کے دیکھیں گے

مطمئن دل ہیں شہر میں جن کے
ہوش ان کے اُڑا کے دیکھیں گے

جو سمجھتے نہیں ہمیں اپنا
اُن کو اپنا بنا کے دیکھیں گے

درد ملتا ہے عشق میں کیا کیا
دل کسی سے لگا کے دیکھیں گے

اُن کی خوشبو ہے پھول کی خوشبو
اُن کو دل میں بسا کے دیکھیں گے

جو نہیں جانتے زباں دل کی
اُن کو اردو پڑھا کے دیکھیں گے

کون شاعر رحیم رامش ہے
ہاتھ اُس سے ملا کے دیکھیں گے





دل میں اک عکسِ حُور رہتا ہے
مجھ کو ہر دم سُرور رہتا ہے

جو خدا کے شریف بندے ہیں
اُن کے چہرے پہ نُور رہتا ہے

جامِ وحدت جو پی گیا اُس کو
عمر بھر کا سُرور رہتا ہے

صاف ظاہر ہے اُن کی صورت سے
کوئی دل میں ضرُور رہتا ہے

ایک چھایا ہے آنی جانی یہ
حسُن پر کیوں غُرور رہتا ہے

ہے رگِ جاں سے بھی مِرے نزدیک
یوں تو مجھ سے وہ دُور رہتا ہے

اُس کو ٍامِش سزا نہیں ملتی
جو کوی بے قصُور رہتا ہے



دل سے جب دل کی بات ہوتی ہے
وجد میں کائنات ہوتی ہے

فانی دنیا میں صرف لا فانی
اک خدا کی ہی ذات ہوتی ہے

میرے ہم راہ جب وہ ہوتے ہیں
ساتھ اک کائنات ہوتی ہے

خود ہی بنتے ہیں ہم تماشائی
غم کی جب واردات ہوتی ہے

سچ تو یہ ہے کسی خوشی میں نہیں
تیرے غم میں جو بات ہوتی ہے

موت مرتی ہے آپ ہی رامش
زندگی کو جو مات ہوتی ہے

نظمیں

نماز

لوگو ! بتاؤں کیا ہے حقیقت نماز کی
" جنّت میں لے کے جائے گی عادت نماز کی "

کچھ اور بھی طریقے عبادت کے ہیں مگر
افضل عبادتوں میں عبادت نماز کی

ہوکر غریب بھی وہ امیروں سے کم نہیں
ہوتی ہے جس کے گھر میں یہ دولت نماز کی

تُم سے خفا رہیں گے خدا بھی رسولؐ بھی
اچھّی نہیں ہے مومنو ! غفلت نماز کی

یارب یہاں ہیں جتنے مسلمان بے نماز
تُو اُن کے دل میں بھر دے محبت نماز کی

اُن کو ملے گا اجر بھی اِس بات کا ضرور
اوروں کو جو کریں گے ہدایت نماز کی

تسکین رُوح کی ہے تو آرام قلب کا
سب کچھ ہے اپنے پاس بہ دولت نماز کی

سجدے میں سر جُھکا کے ذرا دیکھ لیجیے
پھر خود ہی جان لیجیے لذّت نماز کی

محفوظ وہ رہیں گے عذابوں سے حشر میں
ہوگی دلوں میں جن کے بھی چاہت نماز کی

رامِش جہاں میں وہ ہیں بڑے خوش نصیب لوگ
جن کے نصیب میں ہے سعادت نماز کی

<>

ہم لوگ (مسلمان)

زندگانی کے حوادث میں پلے ہیں ہم لوگ
مُسکراتے ہوئے آگے ہی بڑھے ہیں ہم لوگ

مردِ مومن ہیں سدا حق پہ چلے ہیں ہم لوگ
جو بھی کہتے ہیں وہی کرتے رہے ہیں ہم لوگ

اِس لئے پھونک کے رکھتے ہیں قدم راہوں میں
"آتشِ گُل کی تمازت سے جلے ہیں ہم لوگ

آج تک مات یہاں ہم نے نہیں کھائی ہے
ایک پرچم تلے مِل جُل کے رہے ہیں ہم لوگ

کیا تجھے یاد دلانا ہی پڑے گا کہ ترے
کتنے ہمدرد و بہی خواہ رہے ہیں ہم لوگ

صف میں گیدڑ کی بھلا کس طرح شامل ہو جائیں
آج تک شیروں کی صورت سے جیئے ہیں ہم لوگ

کوئی سنّی ہے شیعہ کوئی ہے بے دیں کوئی
کتنے فرقوں میں خدا جانے بٹے ہیں ہم لوگ

کچھ تو لیڈر کی سیاست سے فسادوں میں مرے
کچھ وطن کی بھی محبت میں کٹے ہیں ہم لوگ

آج ہمدرد نہیں کوئی مسلمانوں کا
ہر طرف طُرفہ بلاؤں میں گِھرے ہیں ہم لوگ

اس طرح ظلم کئے اس نے بھی رامِش ہم پر
جیسے انساں نہیں پتّھر کے بنے ہیں ہم لوگ

<>

نذرِ حسینؑ

اس واسطے ہے دہر میں شہرت حُسینؑ کی
اسلام ہے جہاں میں بدولت حُسینؑ کی

مدّت ہوی شہید ہوئے آپ کو مگر
"ہر دل میں آج بھی ہے محبت حُسینؑ کی"

باطل کے آگے سر نہ جھکا آپ کا کبھی
تمثیل بن گئی ہے یہ چاہت حُسینؑ کی

نانا کا لاڈلا تھا ، علیؓ فاطمہؓ کی جان
دنیا تھی ایک چھوٹی سی جنت حُسینؑ کی

آنسو بہا رہے تھے زمیں آسماں مگر
دشمن نے کم نہیں کی مصیبت حُسینؑ کی

تاریخ تم اٹھا کے ذرا خود ہی دیکھ لو
پھر خود ہی جان جاؤ گے عظمت حُسینؑ کی

رامِش ہرا بھرا ہوا اسلام کا شجر
آخر کو کام آگئی محنت حُسینؑ کی

رحمٰن جامی

(میرے استادِ محترم)

یہ شاعر یہ فنکار رحمٰن جامی
ہیں حق کے پرستار رحمٰن جامی
یہ کہتا ہے سنسار رحمٰن جامی
کہ ہیں نیک اطوار رحمٰن جامی
سبھی کو ہے اقرار رحمٰن جامی
ہیں ہمدرد و غم خوار رحمٰن جامی
ہمیشہ غریبوں کی آفت زدوں کی
مدد کو ہیں تیار رحمٰن جامی
اگر دوست احباب بے وقت آئیں
تو ہوں گے نہ بیزار رحمٰن جامی
نہ بھولے گی اردو زباں بھی کسی دم
یہ خدمت یہ ایثار رحمٰن جامی

رہیں گے دلوں میں سدا نقش بن کر
تمھارے یہ افکار رحمٰن جامی

مصیبت میں زحمت نہ دیں گے کسی کو
بڑے ہی ہیں خوددار رحمٰن جامی

تمھارے ہی دم سے ہے اردو ادب کا
یہ گلشن یہ گُل زار رحمٰن جامی

یہ "جامِ انا*" اور "فسطاط*" بے شک
ادب کے ہیں شہ کار رحمٰن جامی

سدا روح پھونکیں گے مردہ دلوں میں
تمھارے یہ اشعار رحمٰن جامی

کبھی مرتے دم تک نہ بھولے گا رامش
تمھارا یہ کردار رحمٰن جامی



* "جامِ انا" پہلا مجموعہ غزل
* "فسطاط" نظموں کا مجموعہ جو زیرِ طبع ہے

عید ہے آج

غموں کو بھول بھی جاؤ کہ جشنِ عید ہے آج
مناؤ جشن مناؤ کہ جشنِ عید ہے آج

کرو خیال یتیموں کا اور غریبوں کا
کسی کا دل نہ دُکھاؤ کہ جشنِ عید ہے آج

بچاؤ خود کو تنفّرؔ کے تیز دھاروں میں
زباں پہ شکویٰ نہ لاؤ کہ جشنِ عید ہے آج

وہ جس سے روشنی پھیلے دلوں میں الفت کی
اک ایسی شمع جلاؤ کہ جشنِ عید ہے آج

ستایا جن کو زمانے نے ایک مدّت سے
گلے سے اُن کو لگاؤ کہ جشنِ عید ہے آج

جو گھونٹ صبر کے پیتے ہیں رات دن اُن کو
خوشی کے جام پلاؤ کہ جشنِ عید ہے آج

بغیر آپ کے رامِش خوشی ادھوری ہے
اب آؤ لوٹ کے آؤ کہ جشنِ عید ہے آج

<>

راکھی کا تہوار

سنو جب بھی آتا ہے راکھی کا تہوار
خوشی ساتھ لاتا ہے راکھی کا تہوار
دلوں کو ملاتا ہے راکھی کا تہوار
محبت بڑھاتا ہے راکھی کا تہوار

ہے مضبوط بھائی بہن کا یہ رشتہ
جہاں کو بتاتا ہے راکھی کا تہوار
یہ بھائی بہن کے جِلَو میں خوشی کے
خزانے لٹاتا ہے راکھی کا تہوار

بچھڑ جائے بھائی کسی کا بہن سے
بہن کو رلاتا ہے راکھی کا تہوار
کبھی ذکر آئے جو بھائی بہن کا
بہت یاد آتا ہے راکھی کا تہوار

بہت ہم نے تہوار دیکھے ہیں رامِش
مگر ان میں بھاتا ہے راکھی کا تہوار

<>

پندرہ اگسٹ

پندرہ اگسٹ آیا ، پندرہ اگسٹ آیا
پیغام سر خوشی کا پھر اپنے ساتھ لایا



پندرہ اگسٹ کے دن آزاد ہم ہوئے تھے
خوشیاں تھیں چار جانب اور دُور غم ہوئے تھے
بوڑھے جوان بچے سب ہم قدم ہوئے تھے
ظالم فرنگیوں سے اس دیس کو چھڑایا
پندرہ اگسٹ آیا ، پندرہ اگسٹ آیا
پیغام سر خوشی کا پھر اپنے ساتھ لایا



نہرو کا خواب تھا یہ گاندھی کی آرزو تھی
آزادیِ وطن میں دونوں کی جستجو تھی
خطرے میں یوں بھی ہر دم بھارت کی آبرو تھی
اہلِ وطن نے اپنے ناموس کو بچایا
پندرہ اگسٹ آیا ، پندرہ اگسٹ آیا
پیغام سر خوشی کا پھر اپنے ساتھ لایا



عیسائی ہو یا سکھ ہو ہندو ہو یا مسلماں
سب کے دلوں میں ہر دم ہے ایک ہی یہ ارماں
مِل جُل کے ہم رہیں گے ہوگا عدو پریشاں
آپس میں ہم نے مل کر بھارت نیا بنایا
پندرہ اگسٹ آیا ، پندرہ اگسٹ آیا
پیغام سر خوشی کا پھر اپنے ساتھ لایا



انقلاب

(متعصب ذہنیت رکھنے والے نیتاؤں کے نام)

ہم ایک روز یہاں انقلاب لائیں گے
خدا نے چاہا تو سارے جہاں پہ چھائیں گے
ہم اپنی قوم کو ایسا سبق پڑھائیں گے
یہ دنیا والے بھی قدموں پہ سر جھکائیں گے
ہمارے ظرف کو جب جب وہ آزمائیں گے
ہر ایک چوٹ پہ ہم کھُل کے مسکرائیں گے
تمھاری مرضی ہے اپنا ہمیں نہ سمجھو تم
ہمارا عزم ہے اپنا تمھیں بنائیں گے
ہمارے حال پہ ہنس لو مگر یہ یاد رکھو
وہ دن بھی آئیں گے جب خوں تمھیں رلائیں گے
زمانے والے نہیں اپنے آپ سے واقف
زمانے والوں کو ہم آئینہ دکھائیں گے
ہمیشہ یاد دلاتے گا آپ کو رامِش
یہ واقعات اگر آپ بھُول جائیں گے

قومی یکجہتی کا گیت

زندہ رہنے کے کرلو جتن
خطرے میں پڑ گیا ہے وطن

جس طرف دیکھئے دیش میں
قتل و خوں اور غارت گری
ذات کو لے کے لڑتے رہے
حملہ کردے نہ دشمن کوئی
ہندو مسلم کا کردو ملن

ہو خدا، رام، واہے گرو
سب ہیں اس دیش کی آبرو
ایک سمجھو اگر تم انھیں
اور محبت رہے چار سُو
دھرتی بن جائے گی اک دلہن

بیج نفرت کے بوتے ہیں جو
ایسے لوگوں کو تم روک دو
کوئی آتنک وادی نہ ہو
اتنا احسان ہم پر کرو
ہم سبھی میں رہے اپنا پن
دشمنوں سے نہ ہرگز ڈریں
دوستوں کی حفاظت کریں
نوجوانوں کا یہ فرض ہے
دیش سے یوں محبت کریں
باندھ لیں اپنے سر سے کفن
تیری خاطر ہی جیتے ہیں ہم
ہنس کے سہتے ہیں سارے ستم
وقت آیا تو ہم ایک دن
جاں بھی دے دیں گے تیری قسم
" اے وطن میرے پیارے وطن "
زندہ رہنے کے کرلو جتن
خطرے میں پڑ گیا ہے وطن

گرمی

سارے عالم پہ چھا گئی گرمی
رعب اپنا جما گئی گرمی

شہر میں جب سے آگئی گرمی
دھوم کتنا مچا گئی گرمی

دن میں تارے دکھا گئی گرمی
ہوش سب کے اڑا گئی گرمی

خوب ہم کو ستا گئی گرمی
گُل یہ کیسے کھلا گئی گرمی

آگ دوزخ کی کیسی ہوتی ہے
اک نمونہ دکھا گئی گرمی

نام سے اس کے سب ہی ڈرتے ہیں
کیا کہیں جب سے آگئی گرمی

ہر کوی آج یہ ہی کہتا ہے
ظلم کیسا یہ ڈھا گئی گرمی

بوڑھے ہو یا جوان یا بچے
ہر بشر کو رلا گئی گرمی

درمیاں دو دلوں کے رامش پھر
بن کے دیوار آ گئی گرمی



دنیا

کہنے کو یہ دنیا اپنی ہے دنیا میں ہمارا کوئی نہیں
اللہ کے سوا اب طوفاں میں کشتی کا سہارا کوئی نہیں

یہ زیست ہماری کشتی ہے دنیا ہے سمندر کے مانند
ہم ہیں تو ہزاروں طوفاں ہیں نزدیک کنارا کوئی نہیں

دنیا کے ڈھنگ نرالے ہیں سب اپنے دیکھے بھالے ہیں
جو گورے ہیں وہ کالے ہیں اس دل کو گوارا کوئی نہیں

ہمراہ چلے تھے ہم سب کے منزل کی تمنّا دل میں لئے
جب آنکھ کھلی تو تنہا تھے بس شور پکارا کوئی نہیں

ہر ایک قدم پر ہے دھوکہ ہمدرد یہاں مثلِ عنقا
ہم جس کو سمجھتے تھے اپنا وہ شخص ہمارا کوئی نہیں

سب کومل کلیوں کا حقدار سمجھتے ہیں خود کو
گلشن کے لئے خوں ہم نے دیا گلشن میں ہمارا کوئی نہیں

تم رامِش کتنے سادہ ہو یہ کیسی آس لگا بیٹھے
منزل کی تمنّا تم میں ہے منزل پہ تمھارا کوئی نہیں

نیکی کا راستہ تم ہر ایک کو دکھانا

(ہندوستانی بچوں سے خطاب)

اے میرے پیارے بچو پڑھنے میں دل لگانا
پڑھ لکھ کے اس جہاں میں کچھ بن کے تم دکھانا

ماں باپ کا ہے احساں جو تم کو پالا پوسا
استاد نے پڑھایا اخلاق بھی سکھایا
اس واسطے ہے لازم ماں باپ کی طرح تم
استاد کو بھی اپنے سر آنکھوں پر بٹھانا
اے میرے پیارے بچو پڑھنے میں دل لگانا
پڑھ لکھ کے اس جہاں میں کچھ بن کے تم دکھانا

تم میں ہی چاند بی بی جھانسی کی رانی ہوگی
تم میں ہی نہرو ہوگا تم میں ہی کوئی گاندھی
سچائی اور اہنسا کے راستے پہ چل کے
جنت کی طرح اپنے بھارت کو تم بنانا

اے میرے پیارے بچو پڑھنے میں دل لگانا
پڑھ لکھ کے اس جہاں میں کچھ بن کے تم دکھانا

مسجد شہید کوئی پھر سے نہ ہونے پائے
نفرت کا بیج کوئی دل میں نہ بونے پائے
ہندو ہو یا مسلماں بن جائیں بھائی بھائی
نیکی کا راستہ تم ہر ایک کو دکھانا
اے میرے پیارے بچو پڑھنے میں دل لگانا
پڑھ لکھ کے اس جہاں میں کچھ بن کے تم دکھانا

اب ڈاکٹر بنو یا انجینیر یہاں تم
سرکاری محکمے میں لوگوں کے درمیاں تم
رامش کی التجا ہے چاہے رہو جہاں تم
اردو کو زندہ رکھنا شان اس کی تم بڑھانا
اے میرے پیارے بچو پڑھنے میں دل لگانا
پڑھ لکھ کے اس جہاں میں کچھ بن کے تم دکھانا

فخرِ ہندوستان ہے اردو

یہ جو سب کی زبان ہے اردو
فخرِ ہندوستان ہے اردو

شانتی کا نشان ہے اردو
ہندو مسلم کی جان ہے اردو

اِس میں شامل کئی زبانیں ہیں
ایسی اچھی زبان ہے اردو

سُن کے جس کو سرور آجائے
ایک مرلی کی تان ہے اردو

کانوں میں گھولتی ہے رس ہر دم
کتنی شیریں زبان ہے اردو

روحِ غالبؔ ہے میرؔ کا دل ہے
داغؔ و فانیؔ کی جان ہے اردو

آج مظلوم آج بے بس ہے
غم کی اک داستان ہے اردو

سب ہیں گھر میں سکون سے رامشؔ
آج تک بے مکان ہے اردو



اردو کے لئے

میں دنیا میں جب تک بھی زندہ رہوں گا
میں شاعر ہوں اردو کی خدمت کروں گا

زمیں آسماں چاند تارے ہیں جب تک
اسے زندہ رکھنے کی کوشش کروں گا

اگر آنچ آئے گی عزت پہ اس کی
تو گن گن کے دنیا سے بدلے میں لوں گا

میں کہتا ہوں کھا کے قسم شاعری کی
دل و جاں سے اردو کی خدمت کروں گا

میں دنیا میں جب تک بھی زندہ رہوں گا
میں شاعر ہوں اردو کی خدمت کروں گا

<>

رباعیات



صحرا میں بیابان میں دیکھا میں نے
تجھ کو حرم و دیر میں ڈھونڈا میں نے
اک روز مری آنکھ سے پردہ جو اٹھا
ہر چیز میں جلوہ ترا پایا میں نے



پلکوں کو کروں بند تو وہ آتا ہے
آنکھوں کو جو کھولوں تو وہ کھو جاتا ہے
اک مدّت سے سمجھ میں نہیں آیا مجھ کو
اس شخص سے آخر مِرا کیا ناتا ہے



جھونکا ہے ہوا کا مجھے چھُو جاتا ہے
رہ رہ کے مرے قلب کو تڑپاتا ہے
کیوں یاد مجھے آتا ہے وہ ہر لمحہ
یاد آکے مِری روح کو گرماتا ہے



قطعات

○

تو ہے پردے میں چھپا تجھ کو میں کیسے دیکھوں
اے خدا تو ہی بتا تجھ کو میں کیسے دیکھوں
جب کہ موسیٰؑ ہی تری دید سے محروم رہے
ادنیٰ انساں ہوں بھلا تجھ کو میں کیسے دیکھوں

○

دل میں تُو آنکھوں میں تُو
تُو ہی تُو ہے اب ہر سُو
کل جو گلشن میں دیکھا
ہر گل میں تھی تیری بُو

○

ہر لمحہ تجھے یاد کیا کرتے ہیں
دن رات ترا دم ہی بھرتے ہیں
اب لگتا ہے یہ ہم کو جدائی میں تری
مر مر کے شب و روز جیا کرتے ہیں

○

پری وش ہے کوئی کہ تُو مہ جبیں ہے
زمانے میں تجھ سا نہ کوئی حسیں ہے
دل اپنا کہیں اور لگتا نہیں ہے
جہاں تُو ہے جنّت بھی میری وہیں ہے

○

درد و اندوہ پاس ہے جاناں
بن ترے دل اداس ہے جانا
اس لئے جی رہا ہوں مر مر کے
تجھ سے ملنے کی آس ہے جاناں



بڑی ہی آن بڑی شان لے کے آئے ہیں
ہماری خوشیوں کا سامان لے کے آئے ہیں
کرم خدا کا ہوا رحمتیں ہوئیں نازل
یہ کیسی برکتیں مہمان لے کے آئے ہیں



انسانیت کی ہم میں تو بُو ہے نہ باس ہے
اک جانور کو زیست کا کس درجہ پاس ہے
انساں کی موت کا ذرا انساں کو غم نہیں
کُتّا جو مر گیا ہے تو بندر اداس ہے[ے]

سدّی پیٹ کے ایک عجیب و غریب حادثہ سے متاثر ہوکر
جس میں کُتّے کی موت پر بندر نے آنسو بہائے تھے۔

ہائیکو

○

ہم تم پر مرتے ہیں
ہم کو جانے کیا ہوا
دم تیرا بھرتے ہیں

○

سن اے میرے یار
تو ہی آ کر دیکھ لے
تجھ سے کتنا پیار

○

سن لے میری جان
دھن دولت کیا چیز ہے
دل تجھ پر قربان

ترائیلے

○

غیر کو بھی گلے لگا لینا
فرض ہے آدمی کا دنیا میں

دل میں الفت نئی جگا لینا
غیر کو بھی گلے لگا لینا
سب کو اپنا یہاں بنا لینا
کام کیا بے رخی کا دنیا میں

غیر کو بھی گلے لگا لینا
فرض ہے آدمی کا دنیا میں



جان اپنی نثار کرتا ہوں
پیار اپنے وطن سے ہے مجھ کو

دم ہمیشہ اسی کا بھرتا ہوں
جان اپنی نثار کرتا ہوں
میں بھی اپنے وطن پہ مرتا ہوں
پیار اپنے چمن سے ہے مجھ کو

جان اپنی نثار کرتا ہوں
پیار اپنے وطن سے ہے مجھ کو



کتنی اچھی تری عبادت ہے
اس سے دل کو سکون ملتا ہے

مجھ کو تجھ سے بڑی عقیدت ہے
کتنی اچھی تری عبادت ہے
مجھ کو تجھ سے بہت محبت ہے
نام لوں تو سکون ملتا ہے

کتنی اچھی تری عبادت ہے
اس سے دل کو سکون ملتا ہے

مرقعے ☆

حب الوطنی

ایک حقیقت ہے یہی
ہم پہ ازل سے ہے بڑے تیرے ہیں احسان
مرے وطن پر میں کروں جان اپنی قربان
میرے ہندوستان

میری جان

میری جانِ جان پر
اب ہے مری زبان پر بس تیرا ہی نام
ملتا ہے اب رات دن دل کو مرے آرام
اور نہیں ہے کام

☆ میرے استادِ محترم رحمٰن جامی کی ایجاد کردہ صِنف